سیماب
بنام
ضیا
یعنی
سیماب اکبرآبادی کے خطوط
ضیا فتح آبادی کے نام
مرتبہ
جگدیش بھٹناگر حیات

سیمابؔ بنامِ ضیاؔ

یعنی

سیمابؔ اکبرآبادی مرحوم

کے خطوط

ضیاؔ فتح آبادی کے نام

مرتّب:
جگدیش بھٹناگر حیاتؔ

ترتیب

خوش نویس : عبد الحفیظ صدیقی
مطبع : کلر پرنٹنگ پریس دہلی
سنِ اشاعت : بارِ اوّل اپریل ۱۹۸۱
ناشر : رادھا کرشن سہگل سکریٹری
بزمِ سیماب دہلی ج ۵/۲۱ راجوری گارڈن
نئی دہلی ۱۱۰۰۲۷

قیمت : دس روپے

پیش لفظ

اُردو میں خطوں کے ایسے مجموعے اچھی خاصی تعداد میں موجود ہیں جن میں لکھنے والے کی شخصیت کچھ اس طرح الگ تھلگ نظر آتی ہے جیسے کوئی بادشاہ یا بڑا سردار، کسی اونچی جگہ پر کھڑا ہوا ہے اور گزرنے والوں کی سلامی لے رہا ہے۔ ایسے مجموعے کم ہیں، جن کو پڑھ کر بے ساختہ یہ محسوس ہو کہ لکھنے والا مکتوب الیہ کی رفاقت میں راستہ طے کر رہا ہے۔ خط بھی اگر شعر کی طرح پردہ پوش ہو تو بے اختیار بناوٹ کا گمان گزرتا ہے۔ انشا پردازی کا رکھ رکھاؤ خطوں میں جس نسبت سے بڑھتا جائے گا اسی نسبت سے یہ احساس بڑھتا جائے گا کہ کاغذ پر محض گل بوٹے بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔

کوئی شخص بات بات پر قسم کھائے تو عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ وہ جتنی زیادہ قسمیں کھاتا ہے اتنا ہی اپنی بے اعتباری میں اضافہ کرتا جاتا ہے۔ خطوں میں بھی اگر لکھنے والا انداز بیان کے پُر تکلّف اور پُر تصنّع پردوں میں چھپا کر بات کہتا ہے تو کچھ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جھوٹی گواہی دینے کی مشق کر رہا ہے۔ اچھا خط لکھنے والا وہی ہے جو غالب کے قبیلے سے تعلق رکھتا ہو۔ مرزا صاحب قصیدہ کہتے وقت کچھ اور ہوتے تھے، غدر سے متعلق کتاب لکھتے وقت کچھ اور ہو جاتے تھے۔ لیکن خط لکھتے وقت غالب رہتے تھے یہی وجہ ہے کہ اُن کے خط مرعوب نہیں کرتے۔ متاثر کرتے ہیں۔ خط پڑھتے وقت محسوس ہوتا ہے کہ بے تکلف جملے ہم سے باتیں کر رہے ہیں اور سادہ

عبارتیں، سچی سرگزشت کو دہرا رہی ہیں۔ مولانا آزاد بڑے عالم اور انشا پرداز تھے لیکن غبارِ خاطر کے نام سے جو خط چھپے ہیں کیا واقعی وہ خط ہیں؟ اس میں کاتب اور مکتوب الیہ دونوں کی شخصیتیں مفقود ہیں، علم و فضل کا بیان بہت ہے یہ محسوس نہیں ہوتا کہ ایک شخص دوسرے شخص سے مخاطب ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک عالم، عالمِ خیال میں خطابت کے جوہر دکھا رہا ہے۔ یا مثلاً نیاز فتحپوری کے خط۔ صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ قلم روک کر، نظر جما کر اور ناپ تول کر عبارتیں لکھی گئی ہیں اس یقین کے ساتھ کہ ان کو چھپنا ہے۔ یہاں بھی انشا پردازی کا حُسن بہت کچھ ہے۔ شخصی بے تکلفی عنقا ہے۔ یہ خط بھی ایک شخص کی نہیں، ایک انشا پرداز کی آئینہ داری کرتے ہیں، ایسا انشا پرداز جو خط بھی لکھتا ہے اس لئے کہ سب پڑھیں۔ اسی لئے ایسے خطوں میں انشا پردازی کا حُسن تو بہت کچھ ہے لیکن مکتوب نگاری کا حُسن مفقود ہے۔

پیشِ نظر مجموعے میں وہ خط ہیں جو اُردو کے مشہور شاعر اور اُستاد سیماب اکبرآبادی مرحوم نے، اپنے عزیز شاگرد ضیا فتح آبادی کو لکھے تھے۔ ان خطوں کو پڑھنے کے بعد مجھے یہ محسوس ہوا کہ پہلی بار میری ملاقات شاعر کے بجائے شخص سے ہوئی ہے مشہور شاعر سیماب سے تو میں واقف تھا، لیکن اس شخص سے میری شناسائی نہیں تھی۔ یہ شخص جو زندگی کے ہنگاموں میں بے طرح الجھا ہوا ہے، بہت پریشان ہے، لیکن لوگوں کے درمیان اور حریفوں کی نظروں میں رکھ رکھاؤ کے ساتھ زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔ ایک شخص ہے جس کی اُستادی کی دھوم مچی ہوئی ہے۔ وہ مشاعروں میں پُر زور نظمیں اور غزلیں پڑھتا ہے۔ جو مشہور رسالوں اور اخباروں کا مرتب رہ چکا ہے، شاگردوں کی بڑی تعداد ہے، گویا ظاہری سطح پر خوشحالی کے کئی اسباب جمع ہو گئے ہیں اور یہ گمان گزرتا ہے کہ اس شخص کو

شعر و سخن کے سوا اور کسی بات کی فکر نہیں ہوگی۔ وہ شخص جب محفلوں کے ہنگاموں سے ہٹ کر اپنے عزیز شاگرد کو خط لکھنے بیٹھتا ہے تب معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی زندگی میں پریشان حالی کے کتنے ہنگامے برپا رہتے ہیں اور اس کے شب و روز کا حقیقی احوال کیا ہے

مشہور اساتذہ کے خطوں کے جو مجموعے چھپے ہیں۔ اُن میں ایک قابلِ ذکر حصہ ایسا ملتا ہے جس میں علمی اور فنی نکات کا بیان محفوظ ہے۔ اصلاح کے واسطے سے، شاگرد کو زبان و بیان کی باریکیاں سمجھائی گئی ہیں یا ادبی استفسارات کا جواب دیا گیا ہے۔ خطوں کے ایسے ٹکڑے، آج زبان و بیان پر کام کرنے والوں کے لئے بہت اہمیت رکھتے ہیں۔ پیشِ نظر مجموعے میں جو خط ہیں اُن میں ایسے اجزا نہ ہونے کے برابر ہیں۔ جو دو چار باتیں بعض خطوں میں ملتی ہیں، وہ بجائے خود چنداں اہمیت نہیں رکھتیں۔ اس لحاظ سے زبان، قواعد زبان، قواعد شاعری اور فن اصلاح سخن کے طالب علموں اور شائقین کے لئے ان خطوں میں دل چسپی کے اجزا گویا موجود نہیں۔ ان خطوں کا مطالعہ اس لحاظ سے تو کرنا ہی نہیں چاہیئے۔ یہ مجموعہ پند و نصائح کا دفتر یا متروکاتِ سخن کا اعلان نامہ بھی نہیں۔ یہ زندگی کی سرگذشت اور حالات کے پیچ و تاب کا مرقع ہے۔ سیماب کی زندگی پر کام کرنے والوں کو اس میں بہت کچھ ملے گا۔

ہمارے اکثر مشہور شاعر، خوش حالی سے کم آشنا رہے ہیں۔ ہم آج کے زمانے میں شاید اُن حالات کا صحیح طور پر اندازہ بھی نہیں کر سکتے ہیں۔ زندگی کے مطالبے اپنی بے رحمی کو کبھی کم نہیں کرتے۔ یہ لوگ ایسی دُنیا میں رہتے تھے جہاں زمین سخت ہوتی ہے اور آسمان دُور۔ اُن کے ساتھ بھی وہ سب ذمہ داریاں ہوتی

شخیما جن سے عام لوگ دوچار رہتے ہیں، اُس اضافے کے ساتھ کہ شہرت کا پیدا کیا ہوا بھرم اور وقار، اُن کی مشکلوں میں وسعت پیدا کرتا رہتا تھا۔ دُنیا کے بہت سے وسیلوں سے یا تو یہ لوگ محروم ہوا کرتے تھے، یا پھر اُن سے کام نہیں لے پاتے تھے... زندگی بہرحال بسر کرنا تھی اور اس کے لئے کیا کیا کرنا پڑتا تھا۔
مشہور اساتذہ کا سب سے بڑا سہارا اُن کے سعادت مند شاگرد ہوا کرتے تھے جو پُرانی شاعرانہ اور تہذیبی روایتوں کے تحت، استاد کی خدمت کو باعث سعادت اور سرمایۂ افتخار سمجھا کرتے تھے۔ وہ اُستاد جس کے سینے میں علم کی دولت ہوتی تھی اور جس کی زبان گویا نوائے سروش کی ترجمانی کیا کرتی تھی، ان شاگردوں پر بہت کچھ انحصار کیا کرتا تھا اور وہ کرتا بھی کیا۔ اُس کا بیشتر وقت اُنہی کی تعلیم و تربیت میں صرف ہوا کرتا تھا۔ اُستاد کا مجموعۂ کلام چھپا ہے یا چھپنے والا ہے تو اب اس کا انتظام، انہی شاگردوں کو حسب مقدور کرنا ہے۔ اُس زمانے میں نہ اکیڈمیاں تھیں اور نہ سرکاری اداروں میں کتابوں کی خرید آج کی طرح ہوا کرتی تھی۔ کوئی رسالہ ہے یا اخبار، تو اُس کی اشاعت کو بڑھانا اور رسالہ کو زندہ رکھنا بھی انہی کی ذمّے داری ہوتی تھی۔
سیماب مرحوم کے شاگردوں کا حلقہ وسیع تھا۔ خاص خاص شاگردوں سے اُن کے روابط کا احوال کیا تھا اس کا اندازہ اِن خطوں کو پڑھ کر بہ خوبی ہو جاتا ہے جو اُنھوں نے اپنے ایک عزیز شاگرد کو لکھے تھے۔ ان خطوں کی قدر و قیمت اس میں پنہاں ہے کہ ایک معروف اُستاد کے حالات کی تلخ و شیریں داستانیں ان میں بکھری ہوئی ہیں۔ ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اب سے پندرہ بیس سال پہلے تک شاگرد اور اُستاد کے درمیان کس قدر یگانگت ہوا کرتی تھی۔
ان خطوں میں اُستاد نے جس بے تکلفی اور اپنائیت کے ساتھ اپنی مشکلوں کا حال

لکھا ہے شاگرد سے جس طرح فرمائش کی ہے۔ بعض موقعوں پر اُسے جس طرح تنبیہ کی ہے اور دل کے درد کو جس طرح کاغذ کے صفحے پر بکھیر دیا ہے۔ ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شاگرد کس قدر سعادت مند تھا اور وہ اُستاد کس قدر قدرداں تھا اور کس حد تک پریشان خاطر رہا کرتا تھا۔ ذرا اس اقتباس کو دیکھیے :

"یہی زیادہ مناسب ہے کہ جو مضمون چھپے اس کی اُجرت بھجوا دی جائے مضمون اگر کسی اور کے نام سے بھی چھپے گا تو مجھے عذر نہ ہوگا۔"

اپنے رشحاتِ قلم کو کوئی شخص آسانی کے ساتھ دوسروں کے حوالے نہیں کرتا۔ یہی وہ منزل ہے جہاں مصحفی جیسا اُستاد بھی سرگرداں نظر آتا ہے۔ بعض خطوں میں ذاتی پریشانیوں کا بیان کچھ اس طرح ملتا ہے کہ طبیعت پر بُرے طرح اثر ہوتا ہے۔ اس مجموعے میں جو خط ہیں اُن میں ہر طرح کی باتیں ملیں گی شاعرانہ چشمک، اُستاد بھائیوں کی لاگ ڈانٹ، مشاعروں کا تذکرہ، کتابوں اور رسالوں کی باتیں، اصلاح کے تذکرے، ہمّت افزائی، تنبیہ، چشم نمائی، غرض کہ بہت کچھ ہے لیکن خاص بات یہ ہے کہ ہر بیان اپنی سچائی پر گواہ نظر آتا ہے اور ہر بات برحق معلوم ہوتی ہے۔ بناوٹ، دکھاوے اور تکلّف جیسے عوامل کی پرچھائیں بھی نظر نہیں آتی۔ یہ خط صحیح معنی میں احساس اور جذبے کے ترجمان اور واقعات کا روزنامچہ ہیں۔ ایک خط میں لکھتے ہیں:

"یہ آپ سے کس نے کہہ دیا کہ آپ کے ذکر و فکر سے قصر الادب خالی ہے۔ قصر الادب تو سنگ و خشت کی ایک چار دیواری کا نام ہے۔ حقیقی قصر الادب میرا دل ہے۔ اس میں جسے باریابی ہو چکی وہ بُھلایا نہیں جا سکتا۔"

آج کی اُستادی و شاگردی کا جو انداز و احوال ہے اُس کے پیشِ نظر ان خطوں کی بہت سی باتیں، ہمارے نئے شاعروں کو کہانیاں معلوم ہوں گی۔ لیکن جس زمانے کی یہ داستان ہے، اُس زمانے میں یہ مانوس اور متعارف سچائیاں تھیں۔ مجھے اس مجموعے کی اِس خوبی نے بہ طورِ خاص متاثر کیا کہ اس کو پڑھ کر، پُرانا زمانہ اور پُرانی روایتیں زندہ اور متحرک ہو کر سامنے آ گئیں۔ ہم آج ان روایتوں کے متعلق جو رائے بھی قائم کریں، کل ان روایتوں پر عمل پیرا ہونا، تہذیبی زندگی کا فریضہ تھا۔

میں اس سلسلے میں ایک اور بات بھی کہنا چاہتا ہوں، جو ذرا غیر متعلق سی ہے لیکن ہے ضروری۔ آج کچھ لوگ شاعر اور اُستاد میں کچھ اس طرح فرق کیا کرتے ہیں جیسے اُستاد کوئی کم رُتبہ فرد ہوا کرتا تھا۔ یہ بڑی غلط فہمی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس توجہ اور ہمدردی کے ساتھ اُستادی اور شاگردی کے اُس قدیم ادارے اور دبستان کا مطالعہ کیا جانا چاہیئے، وہ نہیں کیا گیا ہے اور ناواقفِ رسم و رہِ منزل حضرات اپنی ناواقفیت اور کم آشنائی کی وجہ سے صحیح صورتِ حال کو نہیں سمجھ سکے ہیں اور ہمارے معروف و کم معروف اساتذہ کا جو گراں بہا حصّہ ہے زبان اور شاعری کے فروغ میں اور اُس کے دائرے کو وسیع تر کرنے میں اُس سے بے خبر رہے ہیں۔ یہ بے خبری واقعتاً بڑی اندوہ ناک ہے اور اس نے ایسی باتیں کہلوائی ہیں جن پر ہنسی آتی ہے۔

ہمارے اہم اساتذہ نے یہ بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے کہ اس وسیع و عریض مُلک کے دُور دراز گوشوں میں شاعری کے واسطے سے، زبان کو مقبولِ عام بنایا ہے۔ عام لوگ ارسطو کے اصولِ تنقید یا کلیم الدین احمد کے مسائلِ تنقید کو نہیں سمجھ سکتے۔ ہاں وہ سادہ و پُرکار شاعری سے ذہنی موانست محسوس کر سکتے ہیں

ان اساتذہ نے اُستادی وشاگردی کے رشتے کو اس طرح وسعت بخشی تھی کہ ہر گوشے میں شعری روایتوں کا چرچا رہتا تھا۔ لوگ زبان اور محاورے کے نکات کو ان اساتذہ سے دریافت کرتے رہتے تھے اور ذہنوں میں محفوظ رکھا کرتے تھے۔ ہمارے اعلا علمی ادارے، زبان کے حُسن و قبح، اور شاعری کے فنی نکات کو اپنے محدود شاگردوں تک اس طرح نہیں پہنچا سکے جس طرح ان اساتذہ نے غیر محدود افراد کو اپنی شاگردی کے دائرے میں لاکر ان سے آشنا کیا اور صرف آشنا نہیں کیا، ان پر عمل کرایا، برتنا سکھایا۔ ان لوگوں نے جس شدّت کے ساتھ اپنے تلامذہ کا احتساب کیا اور جس سختی کے ساتھ زبان و بیان کی نزاکتوں کو پیشِ نظر رکھنے کی مسلسل اور متواتر تلقین کی، وہ اپنی مثال آپ ہے اور کوئی بڑے سے بڑا عالم اور دانشور اس سلسلے میں ان اساتذہ کی برابری کا دعوا تو درکنار خیال بھی نہیں کر سکتا۔ کلاس میں ایک لکچر دے دینا یا کسی جلسے میں ایک تقریر کر دینا کچھ ایسا مُشکل کام نہیں، لیکن یہ بہت صبر آزما کام ہے کہ دس دس اور بیس بیس سال تک شاگردوں کو مسلسل ہدایات دی جاتی رہیں اور اُن کے ہر شعر کو دیکھا اور پرکھا جائے۔ ہمارے اساتذہ نے ایسی مشکل کام کو انجام دیا ہے۔ غرض کہ اس مُلک میں اردو زبان کے معیار کا تحفظ ان اساتذہ کا مرہونِ منت ہے اور ہماری اعلا درس گاہوں کے اساتذہ کا حصہ اس میں نہ ہونے کے برابر ہے۔

سیماب مرحوم بھی اپنے زمانے کے اہم اُستاد تھے۔ یہ واقعہ ہے کہ اُن کے بھی شاگردوں کی تعداد بہت تھی اور ہر گوشۂ مُلک میں اُن کے شاگرد موجود تھے۔ انہوں نے بھی اس قدیم روایت کو نبھایا اور

بہت خوبی کے ساتھ۔ انہوں نے بھی دیگر اساتذہ کی طرح زبان کے حسن اور شاعری کی دلکشی کو عام لوگوں تک پہنچایا۔ انہیں اُس کا قدرداں اور رمز شناس بنایا اور اس طرح اس روایت کی قابلِ قدر توسیع کی۔ انہوں نے ایک بڑا حلقہ زبان اور شاعری کے پرستاروں اور جاں نثاروں کا بنایا تھا جو اُن کے بعد بھی اس ذوق کو سینے سے لگائے ہوتے ہے اور ان ناموافق حالات میں بھی زبان و ادب اور شعر و سخن سے قطع تعلق پر آمادہ نہیں۔ کیا یہ اہم بات نہیں ہے؟ کیا معمولی لوگ اپنے گرد ایسے اور اتنے پرستار جمع کر سکتے ہیں؟

ضیا کا شمار سیماب کے اہم تلامذہ میں کیا جاتا ہے اور اب وہ بجائے خود درجۂ استادی پر فائز ہیں اور اُن کے دم قدم سے بہت سے لوگ "بزم سیماب" میں شامل ہیں اور ذوقِ سخن سنجی اور مشغلۂ سخن سرائی میں ایک دوسرے کے شریک ہیں۔ ضیا کے شاگرد جگدیش بھٹناگر حیاتؔ نے ان خطوں کو مرتب کر کے بڑا کام کیا ہے۔ اُردو زبان میں خطوں کے ایک اچھے مجموعے کا اضافہ ہوا ہے۔ ایسے خط جن میں زندگی کی سچائیاں ہیں یہ وہ خط ہیں جو چھپنے کے لئے نہیں لکھے گئے تھے۔ ان میں انشا پردازی کے پردے میں حقائق کو چھپانے کی کوشش نہیں کی گئی ہے ـــــ سیماب کے سوانح نگار کو اس میں بہت سی کام کی باتیں ملیں گی اور نو واردانِ بساطِ علم و ادب کو یہ معلوم ہوگا کہ اُس زمانے میں اُستادی و شاگردی کا دائرہ کس قدر وسیع اور ہمہ گیر ہوا کرتا تھا۔

رشید حسن خاں

۲ ستمبر ۱۹۸۰

شعبۂ اُردو
دہلی یونیورسٹی

فنِ مکتوب نگاری اور اس مجموعے کی ضرورت

ہر پڑھا لکھا شخص خط لکھتا ہے ۔ خط لکھنے کا رواج غالباً اُسی وقت سے شروع ہو گیا تھا جب انسان پڑھنے لکھنے لگا ۔ اساطیر میں ایسے خطوط کا ذکر مل جاتا ہے جو ایک حکمران نے دوسرے حکمران کو اپنے خاص ہرکاروں کے ذریعے خاص موقعوں پر لکھ کر بھیجے ۔ کبھی یہ خط شادی کا پیغام لے جاتے تھے ۔ کبھی ان کے ذریعے جنگ آزمائی کی دھمکی دی جاتی تھی اور کبھی جنگ ختم کر کے صلح کی پیشکش ۔ تحریر ایجاد ہونے سے پہلے ہی پیغام زبانی پہنچائے جاتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ زبانی بات چیت کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی ۔ "جان جائے پر بچن نہ جائے" ۔ اسی صداقت کا اظہار ہے ۔ بچن تو پھر بھی جھٹلایا جا سکتا تھا ۔ لیکن تحریر ایک ایسی سند تھی جسے تسلیم کرتے ہی بنتی تھی ۔ ازمنۂ قدیم میں یہ خط یا پیغام پتھروں یا دوسری قسم کی تختیوں پر کھود کر لکھے جاتے تھے ۔ بعد ازاں پتھروں وغیرہ کی جگہ درختوں کے لمبے چوڑے پتوں نے لے لی اس سے یہ فائدہ ہوا کہ پتھروں وغیرہ کی سلوں کی بجائے پتّوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے میں آسانی ہوئی اور کاغذ کی ایجاد نے تو تحریری معاملوں میں ایک ایسے عظیم انقلاب کی نوید دی جس سے ایک سنہری دور کا آغاز ہوا ۔ رفتہ رفتہ جب انسانی ہاتھ کا کام مشینیں کرنے لگیں تو جہاں تحریر صاف اور روشن ہو گئی وہاں ایک ہی تحریر کی کئی نقلیں کرنے کی سہولت بھی مہیا ہو گئی ، کاغذ ، قلم ، دوات (روشنائی)

کی تثلیث نے مل کر مکتوب نگاری کو بڑھاوا دیا۔ خط کب اور کیوں لکھے جاتے ہیں۔ یہ بات ہر شخص بخوبی جانتا ہے۔ اس لئے وضاحت طلب نہیں۔ البتہ اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ خطوں کو نفسِ مضمون کے اعتبار سے تین بڑے خانوں میں رکھا جا سکتا ہے۔ نجی، علمی اور بیوپاری۔ نجی خطوط میں عام طور سے اپنے اور متعلقین کی خیر خبر کے علاوہ اُن واقعات و حادثات کا ذکر بھی آجاتا ہے جو متوقع ہیں یا واقع ہو چکے ہیں۔ جذباتی یا عشقیہ خطوط بھی اسی ذیل میں آتے ہیں۔ علمی خطوط وہ ہیں جن کو کسی عالم یا محقق نے اپنے علم یا تحقیق کی صفائی اور وضاحت میں لکھا ہو، بیوپاری خطوط ایک بیوپاری دوسرے بیوپاری کو لکھتا ہے اور ان میں محض بیوپار سے متعلقہ باتیں ہوتی ہیں۔ جب سے کتابیں چھپنے لگی ہیں اور رسائل و جرائد میں مضامین لکھے جانے لگے ہیں علمی خطوط کی اہمیت بہت کم ہو گئی ہے کیونکہ کوئی علمی نکتہ ایسا نہیں رہ گیا جس پر کتابیں یا مضامین موجود نہ ہوں۔ بیوپاری خطوط کی ضرورت وقتی ہے۔ اب رہ جاتے ہیں نجی خطوط۔ تو یہ خطوط جب کوئی بڑا شخص لکھتا ہے۔ وہ ادبی ہو یا سیاسی تو اُن کو اس لئے اہمیت دی جاتی ہے کہ ان خطوط کے ذریعے وقت وقت پر اُس کے نجی حالات و واقعات، قلبی تاثرات اور ذہنی ماحول کو صحیح طور سے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ یہ خط اس خیال سے نہیں لکھے جاتے کہ وہ مکتوب الیہ کے علاوہ بھی کسی کی نظر سے گذریں گے۔ چنانچہ ہر بات کھُل کر بے لاگ لکھ دی جاتی ہے کسی شخص کے کردار کا محاسبہ کرنا ہو تو اُس کے لکھے خطوط کا مطالعہ ناگزیر ہو جاتا ہے۔ اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے بڑے لوگوں کے نجی خطوط جمع کر کے یکجا چھاپنے کی مہم ایک مدّت سے جاری ہے۔ اُردو ادب میں غالباً سب سے پہلا مجموعہ جو منظرِ عام پر آیا غالب کے خطوط کا ہے اور یہ اُن

خطوط کی اشاعت ہی کا صدقہ ہے کہ اُردو ایک صاحبِ طرز نثر نگار سے روشناس ہُوئی جہاں غالبؔ کا اندازِ شاعری منفرد ہے وہاں اُس کی نثر بھی اُسی کی ہے۔ غالبؔ کی زندگی کے کئی واقعات، اور اُس کی کئی تخلیقات کے سنین ان خطوط سے ہی معلوم ہوسکے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ غالبؔ کے کلام کی طرح اُس کے خطوط کا انتخاب نہیں کیا گیا بلکہ جو خطوط مہیّا ہوسکے اُنہیں جوں کا توں چھاپ دیا گیا ہے۔ ان خطوں میں ایسے خط بھی ہیں جن سے غالبؔ کے کردار پر کوئی اچھا اثر نہیں پڑتا مگر ایسی کون شخصیت ہے جس میں صرف بھلائی ہی بھلائی ہو۔ انسان تو وہی ہے جس میں کچھ عیب بھی ہوں۔ اب اگر ایسے خطوط حذف کردیے جاتے جن میں غالبؔ نے دستِ طلب دراز کر کے اپنی شاعرانہ خودداری کو ٹھیس پہنچائی ہے تو غالبؔ انسان نہیں فرشتہ ہوتا۔ ان خطوط میں بعض ایسے بھی ہیں جن میں کوئی خاص بات نہیں کہی گئی تو بھی انکی شمولیت اس لئے ضروری ہے کہ وہ غالبؔ کی تحریر ہے اور یہ بذاتِ خود ایک بڑی بات ہے۔

زمانۂ مابعدِ داغؔ کے شاعروں میں عاشق حسین سیمابؔ اکبر آبادی کا نام کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اگر وہ اپنی زندگی کے آخری ایام میں پاکستان جاکر وہیں رہنے پر مجبور نہ ہوتے تو اُن کا شمار بدستورِ ہندوستان کے عظیم شعرا میں ہوتا۔ اُن پر ریسرچ کی جاتی کتابیں لکھی جاتیں اور جلسے کیئے جاتے۔ تو بھی ہندوستان نے اُنہیں قطعی طور سے فراموش نہیں کیا۔ دو یونیورسٹیوں سے ان پر تحقیق کرنے والوں کو ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں مل چکی ہیں۔ سیماب اکادمی بمبئی نے اُن کی غیر مطبوعہ غزلیات کا مجموعہ "لوحِ محفوظ" حال ہی میں شایع کیا ہے ڈاکٹر زرینہ ثانی کا تھیسس "سیمابؔ کی نظمیہ شاعری" کتابی صورت میں

چھپ کر انعام حاصل کر چکا ہے۔

۱۹۶۹ء سے دہلی میں "بزمِ سیماب" قائم ہے جس کے زیرِ اہتمام اب تک پانچ کتابیں "شعر اور شاعر"، "دھوپ اور چاندنی"، "لب و لہجہ"، "بوڑھا درخت" اور "رنگ و نور" شائع ہو چکی ہیں۔ آج بزمِ سیماب دہلی کو فخر ہے کہ وہ سیماب اکبرآبادی کے وہ خطوط جو اُنہوں نے راقم السطور کو لکھے "سیماب بنام ضیا" کے نام سے پیش کر رہی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ کوئی ایسا مجموعہ تیار کیا جاتا جس میں سیماب کے وہ خطوط بھی شامل ہوتے جو انہوں نے دوسرے تلامذہ اور احباب کو لکھے لیکن ایسے خطوط کو حاصل کرنا بہت مشکل اور وقت طلب ہے۔ چنانچہ یہی مناسب سمجھا گیا کہ جو خطوط راقم کے پاس محفوظ ہیں انہیں پر اکتفا کیا جائے۔ یہ ابھی تک طے نہیں پایا کہ سیماب ۱۸۸۰ء میں پیدا ہوئے یا ۱۸۸۲ء میں۔ چنانچہ اُن کی جنم شتابدی کو نظر میں رکھتے ہوئے بھی اس موقع پر ان خطوط کی اشاعت کو مناسب سمجھا گیا ہے۔

جناب رشید حسن خاں صاحب نے "پیش لفظ" میں ان مکاتیبِ سیماب کی علمی و ادبی حیثیت پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ اُن کا فرمانا ٹھیک ہے کہ یہ خط چھپنے کے لئے نہیں لکھے گئے تھے اور ان میں علمی و فنی نکات کی نشاندہی نہ ہونے کے برابر ہے۔ جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے نجی خطوط کو علمی خطوط سے الگ رکھنا ہی بہتر ہے۔ اگر یہ محض نجی خطوط ہیں تو اس سے اُن کی اہمیت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ البتہ بعض ایسے خطوط بھی اس مجموعہ میں شامل ہو گئے ہیں جنہیں سیماب نے بطور خاص "ذاتی" قرار دیا تھا۔ یعنی ان کا مقصد ہرگز یہ نہ تھا کہ وہ عوام کی نظروں سے گزریں۔ دراصل یہ ایک احتیاط تھی ہنگامی مصلحت کے تحت

وقت گیا اور اُس کے ساتھ مصلحت بھی۔ اب تو یہ خطوط بھی دوسرے خطوط کی طرح ادب اُردو کی ملکیت ہیں۔ انہیں چھپانا یا دبانا ادبی بددیانتی اور ناانصافی ہوگی کیونکہ ان خطوط کی عدم موجودگی میں اُن خلاؤں میں رنگ بھرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہوگا۔ جو بقولِ سیماب، اُنہوں نے دانستہ اپنے فسانے میں چھوڑ دی ہیں۔ اس فسانے کو مکمل کرنا ہے۔ اور اس کی کوئی دوسری صورت ہو ہی نہیں سکتی۔ راقم کے نام سیماب کے وہ خطوط بھی جو اس سے پہلے ماہنامہ "الوارث" بمبئی کے سیماب نمبر اور ماہنامہ "سیماب" دہلی میں شائع ہو چکے ہیں۔ شریکِ اشاعت کرلئے گئے ہیں۔

سیماب کے خطوط سے دلچسپی رکھنے والے اُن کے کچھ اور خطوط دوسروں کے نام "الوارث" بمبئی کے سیماب نمبر، "نقوش" لاہور کے مکاتیب نمبر، ساغر نظامی کی "روحِ مکاتیب" اور راز چاندپوری کی "سبدِ گل" میں دیکھ سکتے ہیں۔

ضیا فتح آبادی

جے ۵/۲۱ راجوری گارڈن
نئی دہلی ۱۷ ستمبر ۱۹۸۰ء

مکاتیبِ سیمابؒ

آگرہ - ۳۰ رمئی سنہ ۱۹۳ء

مکرمی تسلیم۔ خط پہنچا۔ میں بے حد مصروف اور کثیر المشاغل ہوں۔ بہتر تھا کہ آپ فرخ[1] صاحب سے اپنا معاملہ صاف کر لیتے "یک در گیر و محکم گیر" پر کاربند ہونا زیادہ مناسب ہے۔ اُمید ہے کہ میرا یہ مشورہ آپ کے قابل پذیرائی ہوگا۔ میں فرخ صاحب کو اپنے سے بہتر سمجھتا ہوں۔ تاہم اگر باوجود کوشش آپ اِس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکیں اور ضرورت اشد ہو تو مجھے خدمت سے عذر نہیں۔ زیادہ اچھا یہ ہے کہ آپ فرخ صاحب کو کسی نہ کسی طرح پر راضی فرما لیں۔

خادم، سیماب اکبرآبادی

۲

آگرہ - ۲ رجون سنہ ۱۹۳ء

عزیزی جناب ضیا صاحب تسلیم۔ خط پہونچا۔ اب آپ مجبور کیے دیتے ہیں تو جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ مجھے خدمت کرنے سے کوئی عذر نہیں۔ اپنا کلام جستہ جستہ بھیج دیجیے۔ واپسی کے لئے ۱ر کا ٹکٹ رکھ دیجیے۔ بیک وقت زیادہ کلام نہ بھیجیے۔ کیونکہ میں بے حد عدیم الفرصت ہوں۔ تاج[2]، شاعر اور پیمانہ کی خریداری آپ کے خلوص کا پہلا ثبوت ہوگی۔ نمونے بھجوا رہا ہوں۔

خیر طلب۔ سیماب اکبرآبادی

---

[1] منشی غلام قادر فرخ امرتسری جن سے ضیا نے چند ماہ اصلاح کلام لی۔

[2] ہفتہ روزہ تاج، پندرہ روزہ شاعر، ماہنامہ پیمانہ۔ یہ تینوں پرچے اس زمانے میں سیماب کی ادارت یا نگرانی میں آگرہ سے جاری تھے۔ تاج ۱۹۳۳ء اور پیمانہ ۱۹۳۲ء تک جاری رہے شاعر نقل مکانی کے بعد آج بھی بمبئی سے نکل رہا ہے۔

- ۳ -

آگرہ - ۱۲ر جون ۱۹۳۰ء

عزیزی - دعا - خط پہونچا " بارپا ہی لیا - تاگوشۂ زنداں تونے " بالکل صاف مصرع ہے - یعنی تونے گوشۂ زنداں تک دخل حاصل کرلیا - بار، باریابی، مشہور الفاظ ہیں " تا " کے معنی تک ہیں - یقیناً اب آپ اس مصرع کا مفہوم سمجھ گئے ہوں گے -

جی ہاں، غالب آگرہ میں پیدا ہوئے - یہیں تعلیم پائی، یہیں نشوونما ہوئی - اس کے بعد دہلی گئے - اور وہاں انتقال فرمایا -

شاعر کا ٹائیٹل پیج جو چھپوالیا گیا ہے ختم ہوجانے دیجئے - اس کے بعد میں اُسے خود بدلنے والا ہوں - آپ کی اور آپ کے احباب کی رائے میں اشتہارات کی جگہ کیا ہونا چاہیئے ؟

P.T.O کے لئے اُردو میں اب تک کوئی خاص لفظ مستعمل نہیں - اکثر " پشت صفحہ ملاحظہ ہو " " باقی دوسرے صفحہ پر " - " پشت صفحہ دیکھئے " وغیرہ الفاظ لکھ دیتے ہیں - پہلے یہ قاعدہ تھا کہ دوسرے صفحہ پر جو کچھ لکھا جاتا تھا - اُس کا پہلا لفظ پہلے صفحہ کے آخر میں نیچے کی طرف بریکٹ میں لکھ دیتے تھے جس سے معلوم ہوجاتا تھا کہ آگے کچھ اور بھی ہے مگر اب یہ قاعدہ غیر مستعمل ہے - اس لئے اگر انگریزی کی تقلید کی جائے تو بریکٹ میں (ب - ص - م) لکھنا چاہیے - یا (پ - ص - د) اور اگر ایجاز و اختصار مقصود ہو تو (آگے) لکھ دینا کافی ہے (اُدھر) بھی لکھ سکتے ہیں اور (بہ پشت) بھی، آپ کسی لفظ کو رواج دینے کی کوشش کیجئے - تقلید و تائید اُسے عام کردے گی -

کیا آپ اپنے احباب میں جرائد قصر الادب کی اشاعت فرما کر مجھے مسرور فرمائیں گے -
غزل بعد اصلاح واپس ہے -   ترقی خواہ - سیماب اکبرآبادی

- ۴ -

آگرہ - ۲۱ جولائی ۱۹۳۰ء

عزیزی - تسلیم - غزلیں بعد اصلاح واپس ہیں - ساغر[1] صاحب کی نظم پر آپ نے جو نظم لکھی، نہ وہ قابلِ اشاعت ہے نہ لائقِ اصلاح - وہ تو ایک قسم کی PARODY ہے اور وہ بھی اپنے ہی ایک ہم جماعت کی نظم پر۔ اس لئے میں نے وہ نظم چاک کر دی -

آپ ہر خط میں لکھتے ہیں "کہ کار لائقہ سے جلد اطلاع دیں، اگر یہ الفاظ رسمی ہیں تو خیر، اور اگر ان میں کوئی معنویت ہے تو آپ کے لائق یہ کام ہے کہ جوگندر نگر[2] سے جرائد قصر الادب کے کچھ خریدار دے کر مجھے ممنون فرمائیں - یہ ہی میرے ساتھ حقیقی ہمدردی ہے -

کانگڑہ ویلی کا کوئی تحفہ !

ترقی خواہ - سیماب اکبر آبادی

---

[1] سیماب کے عزیز ترین شاگرد پدم بھوشن صمد یار خاں ساغر نظامی اس وقت پیمانہ کے جوائنٹ ایڈیٹر تھے بعد میں وہ میرٹھ اور بمبئی سے اپنا رسالہ ایشیا نکالتے رہے کچھ مدت فلموں میں بھی کام کیا حصولِ آزادی کے بعد دہلی ریڈیو اسٹیشن سے منسلک ہو گئے وہیں سے بطور پروڈیوسر ریٹائر ہوئے - اس وقت منظوم تاریخ جنگ آزادی جس کا پہلا حصہ مشعلِ آزادی کے نام سے چھپ چکا ہے - لکھنے میں منہمک ہیں - اردو شاعری میں صاحبِ مقام ہیں اور کئی مقبول کتابوں کے مصنف -

[2] کانگڑہ ویلی میں جوگندر نگر ہائیڈرو الیکٹرک سکیم میں ضیا کے والد بطور سول انجنیئر تعینات رہے -

-۵-

آگرہ - ۲۲ اگست ۱۹۳۰ء

عزیزی - سلام شوق -

غزلیں بعد اصلاح واپس ہیں - دعوتِ کانگڑہ کا شکریہ یقین فرمایئے کہ اگر فرصت ہوتی تو ضرور حاضر ہوتا - سڑک کو دیکھنے سے زیادہ آپ کے دیکھنے کا مشتاق ہوں - مگر کیا کروں مجبور ہوں - محمد یونس صاحب کے نام پیمانہ کا وی پی بھیجدیا گیا ہے - انہیں اطلاع دیدیجئے - اس توجہ کا شکریہ - سیبوں کی پارسل آپ نے بھیج دی ہے - مگر بلٹی کا ابھی تک پتہ نہیں - شاید کل آئے

نثر مضامین بھیجئے - دیکھوں گا

زاہد پرہیزگار - عیب جینی اور ہنرور درست ہیں - اوزان کے طریقے آپ کو "رازِ عروض"[1] سے معلوم ہو جائیں گے - دونوں کتابیں بھجوا رہا ہوں -

ترقی خواہ - سیماب اکبرآبادی

-۶-

آگرہ - ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۰ء

محبی - دعائے حیات!

میں باہر گیا ہوا تھا - کل واپس آیا تو آپ کے خطوط ملے - اپنی تصویر[2] مع حالات بھیجئے - حالات یہاں مرتب کرلئے جائیں گے - اطمینان فرمایئے -

آپ کا یہ ارادہ مستحسن ہے کہ میرے تلامذہ کا ایک تذکرہ[3] مرتب کرلیا جائے -

---

[1] "رازِ عروض" از سیماب اکبرآبادی اور "نیستاں" سیماب کا اولین مجموعہ کلام

[2] حالات مع نمونہ کلام اور تصویر شاعر کے شمارہ ۵ اکتوبر ۱۹۳۰ء میں چھپے -

[3] بعد میں تذکرہ "تلامذہ سیماب" کی یہ تجویز شاعر کے آگرہ اسکول نمبر ۱۹۳۷ء کی صورت میں مکمل ہو کر منصۂ شہود پر آئی -

اس کے متعلق "شاعر" میں ایک مفصل نوٹ دیدیا گیا ہے۔ تذکرے براہ راست
آپ کے پاس پہونچیں گے۔ انہیں محفوظ رکھئے اور جب کافی تعداد میں تذکرے
پہونچ جائیں تو مجھے اطلاع دیجیے۔ میں ایک روز کے لئے امرتسر آکر
انہیں دیکھ لوں گا۔ اس تذکرے کی اوّلیت کا سہرا آپ کے سر رہے گا اور مجھے
اُمید ہے کہ اس تذکرہ کی تالیف سے آپ ہندوستان میں شہرت دوام کے مستحق
ہو جائیں گے۔ تذکرہ کا مقدمہ جناب ساغر نظامی لکھیں گے جو بجائے خود ایک
قابلِ دید چیز ہو گا۔

میں نے اس کا نام "سیمابی دُنیا" تجویز کیا ہے۔ ممکن ہے کوئی اور نام
ذہن میں آجائے۔ بانگِ درا[1] کے اعتراضات کا جواب، اگر آپ چاہیں تو "شاعر"
میں دیا جا سکتا ہے لیکن خاموشی اولیٰ تر ہے۔ اب کچھ عرصہ کے بعد پھر اسے
چھیڑنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ اپنی خیریت سے اطلاع دیجیے۔ ساغر و
منظر[2] سلام کہتے ہیں۔

ترقی خواہ

خیر طلب۔ سیماب اکبرآبادی

[1] بانگِ درا کے نام سے ایک ماہنامہ امرتسر سے جاری تھا۔ اُس میں ضیا کی ایک ابتدائی نظم "حباب" پر جو فرخ امرتسری کی اصلاح شدہ تھی۔ کچھ اعتراضات کئے گئے تھے۔ جواب میں خاموشی کو اولیٰ تر سمجھا گیا۔

[2] شمشاد حسین منظر صدیقی خلف اکبر سیماب اکبرآبادی نے شاعر کے فرائض ادارت سے سبکدوش ہو کر ۱۹۳۵ء میں اپنا پرچہ کنول نکالا جو جلد ہی بند ہو گیا۔ بعد میں آگرہ سے ایشیا دیکلی نکالتے رہے۔ سیماب کے کراچی پہونچنے کے بعد کراچی چلے گئے اور وہیں ۱۹۷۱ء ... جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔ کوئی مجموعۂ کلام ابھی تک نہیں چھپا۔

- ۷ -

آگرہ - ۲۴ مارچ ۱۹۳۱ء

عزیزی جناب ضیا صاحب دُعا

میں بیمار بھی ہوں اور مصروف بھی - یہی سبب ہے کہ آپ کی غزلیں اب تک روانہ نہ کرسکا - ذرا طبیعت کو سکون ہوگا تو بعد اصلاح واپس کردوں گا -

لفظ سخن تین طرح سے درست ہے - سَخَن - سُخَن اور سُخُن مگر سین پر پیش اور خ پر زبر فصیح ہے - اکثر و بیشتر فصحا نے "چمن" کے قافیہ میں "سُخَن" لکھا ہے - شعر کو اپنی ترکیب کے لحاظ سے صحیح ہے -

یہاں ہندو مسلم فساد ہو گیا تھا مگر اب خدا کا فضل ہے -

طالبِ خیر - سیماب اکبرآبادی

- ۸ -

آگرہ - ۹ جولائی ۱۹۳۱ء

محبی دُعا - کارڈ پہونچا -

"سیمابی دُنیا" کی تکمیل یا تعوین کے ذمہ دار خود آپ لوگ ہیں - نہ یہ میری تحریک ہے - نہ میں اس میں کوئی خاص حصہ لے رہا ہوں - ساغر و رازؔ[1] اگر چاہیں تو یہ کام انجام پاسکتا ہے - اُنہیں کو توجہ دلانے کی ضرورت ہے -

ناصر خسرو کا شعر بالائی اشعار سے مربوط معلوم ہوتا ہے - بظاہر اس کے معنی یہ ہیں کہ "بادشاہ نے اپنے دورِ حکومت میں بہت کچھ فائدے اُٹھائے مگر اُس کے بعد

---

[1] ابوالفاضل محمد صادق رازؔ چاندپوری رف ۱۹۶۹ء مصنف دُنیائے راز، داستانِ چند وغیرہ سیماب کے اوّلین شاگردوں میں سے تھے -

اُس کے لڑکوں نے بھیک مانگی" دوچار اشعار اوپر نیچے کے اور ہوں تو شاید زیادہ وضاحت ہو سکے "انسائیکلوپیڈیا" کا اُردو میں تو اب تک کوئی نام نہیں البتہ عربی میں اسے "دائرۃ المعارف" "کتاب العلوم" اور "قاموس" کہتے ہیں۔ "شاعر" کا سائز آپ کے خیال میں کیا ہونا چاہیئے؟ اپنی خیریت سے اطلاع دیجیے۔

سیماب اکبر آبادی

-۹-

آگرہ ۲۵ رجولائی ۱۹۳۱ء

عزیزی جناب ضیا صاحب دُعا

میں نے آپ کو ایک خط لکھا تھا۔ آپ نے جواب نہیں دیا۔ میں آج آگرہ سے برسبیل دورہ روانہ ہو رہا ہوں۔ میرٹھ مظفر نگر۔ سہارنپور۔ لدھیانہ[1] وغیرہ مقامات دیکھتا ہوا امرتسر آنے کا ارادہ بھی ہے۔ روانگی سے پہلے آپ کو خط لکھ دوں گا یا تار دے دوں گا۔ ساغر صاحب بھی میرے ہمراہ ہوں گے۔ یہ خط آپ کو بربنائے اطلاع لکھ رہا ہوں۔ امرتسر آنے کا مقصد آپ سے ملنا اور جرائد قصر الادب کی اشاعت ہے۔ خدا کرے آپ بخیر ہوں

پا بر کاب۔ سیماب اکبر آبادی

---

[1] مولانا لدھیانہ تک ہی آئے۔ ساغر نظامی اُن کے ہمراہ تھے۔ امرتسر سے اُن سے ملنے کے لئے ضیا بھی آئے۔ سیماب اپنے شاگرد حیرت کے یہاں مقیم ہوئے اور مشاعرہ ایک کالج ہال میں اُنہی کی صدارت میں ہوا۔

-۱۰-

آگرہ - ۹ ستمبر ۱۹۳۱ء

ضیا صاحب - تسلیم

میں آج ہی اپنے دورے سے واپس آیا ہوں۔ ناول[1] کا ترجمہ دیکھ کر واپس کر دوں گا۔ ڈاک کا انبار لگا ہوا ہے۔ افضل[2] خاں صاحب سے نہ ملنے کا مجھے بھی افسوس ہے۔ مگر کیا کروں۔ امرتسر جا ہی نہ سکا "بہار" بعد اصلاح شاعر میں شائع ہو جائے گی۔

جس کتاب پر "جملہ حقوق محفوظ" لکھا ہو اُس کا ترجمہ کیا جا سکتا ہے۔ اور شائع بھی ہو سکتا ہے لیکن اگر مصنف سے تحریری اجازت لے لی جائے تو زیادہ قرین احتیاط ہے بہترین امرتسر کی چائے جو پکائی جاتی ہے، ایک سیر بذریعہ پارسل بھیج دیجیے۔

سیماب

-۱۱-

آگرہ - ۱۴ ستمبر ۱۹۳۱ء

محترمی[3] - آداب و نیاز

والا نامہ پہونچا - یاد فرمائی کا ممنون ہوں۔ عزیزی اجہر لال سونی کی کامیابی[4]

---

[1] ضیا نے ایک انگریزی جاسوسی ناول کا ترجمہ کیا تھا۔ ناول اور ترجمہ دونوں غائب ہیں۔

[2] پنجابی کے مشہور شاعر مولا بخش کشتہ کے صاحبزادے محمد افضل جن کی ہال بازار امرتسر میں دکان تھی ماہنامے چمن اور چمنستان ان کی ادارت میں نکلتے رہے۔ تقسیم ملک کے بعد لاہور منتقل ہو گئے۔

[3] جناب منشی رام سونی صاحب زاد لطفہٗ (والد ضیا فتح آبادی) کڑہ شیر سنگھ، چوک فرید امرتسر

[4] ایف۔ اے کے امتحان میں

سے جو مجھے مسرت حاصل ہوئی ہے۔ اس کا اندازہ مشکل ہے۔ خدا انہیں ہمیشہ کامیاب رکھے اور وہ آپ کے لئے بہترین سعید و عزیز ثابت ہوں۔ مجھے مشن کالج لاہور کے متعلق کچھ معلوم نہیں ہے۔ آپ کا انتخاب بہرحال بہتر ہو گا۔ ذہن اچھا اور شوق کامل ہو تو قیدِ مکانی کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ وہ جہاں بھی جائیں گے انشاء اللہ کامیاب ہوں گے۔ آپ کی دعا اور توجہ چاہیے "تاج پریس" کی تحریک ہنوز کامیاب نہیں ہے۔ لیکن آپ کی دعا سے ممکن ہے کچھ ہو جائے۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو میں حاضر ہوں۔

نیازمند

سیماب اکبرآبادی

-۱۲-

آگرہ - ۲۵ ستمبر ۱۹۳۱ء

عزیزی ضیا صاحب دعا۔

خط ملا۔ لاہور میں قیام مستقل کی اطلاع پائی۔ کیا اخبارات آئندہ لاہور بھیجے جائیں گے؟ پتہ کیا ہو گا؟ اگر آپ آگرہ تشریف لائیں گے تو بقدر فرصت میں آپ کی ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ نظمیں دیکھنے کا وقت قریب ہے۔ فرصت ہوتی جا رہی ہے۔ جلد ہی دیکھ کر واپس کر دوں گا۔ چائے کا انتظار بدستور ہے۔

خیر طلب - سیماب اکبرآبادی

---

۵ فورمن کرسچن کالج لاہور۔ جہاں سے ضیا نے ۱۹۳۳ء میں بی اے آنرز (فارسی) اور ۱۹۳۵ء میں ایم اے (انگریزی) کے امتحانات پاس کئے۔

۱۳

آگرہ۔ ۷ر اکتوبر ۱۹۳۱ء

عزیزی دعائے عافیت۔

"تابعدار" کے لغوی معنی "تابع رکھنے والا" ہیں۔ لیکن عام طور پہ فرماں بردار اور مطیع کے معنوں میں اس کا استعمال ہے۔ احتیاطاً "تابعدار" نہیں بلکہ "تابع" لکھنا چاہیئے۔ جو لوگ بہ تقلید عوام "تابعدار" لکھتے ہیں وہ غلطی ضرور کرتے ہیں مگر قابل سرزنش نہیں ہیں۔

دُعاگو۔ سیماب اکبرآبادی

-۱۴-

آگرہ۔ ۱۳ر اکتوبر ۱۹۳۱ء

مکرمی[1]۔ تسلیم

جلائے پہنچ گئی۔ شکریہ قبول فرمایئے۔ اب تو یہ ایک عرصہ کے لئے کافی ہو گی۔ اگر پھر ضرورت ہوئی تو تکلیف دوں گا۔ آپ کی تکلیف فرمائی کا ممنون ہوں۔ یہاں سب اچھی طرح ہیں اور آپ کو سلام عرض کرتے ہیں

نیازمند
سیماب اکبرآبادی

-۱۵-

آگرہ۔ ۱۷ر فروری ۱۹۳۲ء

عزیزی جناب ضیا صاحب

خدا آپ کو تندرست رکھے۔ آپ کی علالت کا حال مجھے آج معلوم ہوا۔

---

[1] جناب مکرم منشی رام سوئی صاحب زادلطفہٗ والد ضیا فتح آبادی۔ کٹرہ شیر سنگھ امرتسر

کل ہی بمبئی سے آیا ہوں - اگر لاہور کی آب و ہوا ناموافق ہے تو امرتسر ہی میں، تعلیم کا انتظام کیجیے - امید ہے کہ اب آپ کی طبیعت اچھی ہو گی منظر سلمہ دہلی سے واپس آ گئے ہیں - اب نسبتاً تندرست ہیں - ساغر صاحب کی چیز کا حال مجھے معلوم نہیں - کل وہ اور منظر ضرورتاً بنارس گئے ہیں - ۲۰ کو مجھے الہ آباد میں ملیں گے تو دریافت کروں گا ۲۷ کو علی گڑھ یونیورسٹی کے مشاعرہ میں شریک ہونا ناگزیر ہے - میری مصروفیتوں سے آپ واقف ہیں - اگر معاف کر دیا جاؤں تو اچھا ہے ورنہ حاضری سے انکار نہیں - چلا آؤں گا - ہمشیرہ[1] کی شادی مبارک ہو - آپ کا دوسرا خط آئے تو تفصیلی جواب لکھوں - اپنی خیریت سے اطلاع دیجیے اور والد صاحب سے سلام کہہ دیجیے -

خیر طلب - سیماب اکبر آبادی

-۱۶-

آگرہ ۱۹ / مارچ ۱۹۳۲ء

عزیزی - دعا

خط پہنچا - میرے شاگردوں میں درد کسی کا تخلص نہیں ہے - اس میں کوئی فریب معلوم ہوتا ہے - یہ معلوم نہ ہو سکا کہ یہ غزلیں کہاں سے آئی ہیں - لوگ میری نسبت سے غلط فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اور مجھے بدنام کرنا چاہتے ہیں - اس لئے میں اس کے انسداد کے لئے آئندہ "شاعر" میں ایک اعلان کرنے والا ہوں - میرا یہ بھی ارادہ ہے کہ فہرست تلامذہ چھپوا کر اپنے ہر شاگرد

---

[1] شریمتی جانکی بائی زوجہ شری موہن لال مہندرو ضیا سے کوئی ایک برس بڑی تھیں وہ ۳۱ جولائی ۱۹۸۰ء کو راہیِ ملکِ عدم ہو گئیں -

کے پاس بھیج دوں تاکہ ایک دوسرے سے بیگانہ نہ رہے۔ درد میرے شاگردوں میں کوئی نہیں ہے۔

ارغوان کی سیرت سے میں واقف نہ تھا اس لئے چند غزلیں دیکھ لی تھیں اب عرصہ سے میں نے ان کے کلام کی طرف توجہ نہیں کی۔ ان کا نام بھی اب فہرست سے خارج کردوں گا۔ یہ کوئی بڑے صاحبزادے معلوم ہوتے ہیں۔ میں انہیں اس کے متعلق کچھ لکھنا نہیں چاہتا۔ میں نے عرصہ سے خط وکتابت بھی بند کردی ہے۔

ساغر صاحب بیمار ہیں۔ ڈاکٹر ٹائی فائڈ بتاتے ہیں۔ اس لئے نہ میں لاہور آسکوں گا نہ وہ۔ اطلاعات غلط ہیں۔ آج انہیں دیکھنے کے لئے مظفر نگر جارہا ہوں۔ پیر کو واپس آجاؤں گا۔ منتظر اب نسبتاً اچھے ہیں۔ "شاعر" پیر یا منگل کو روانہ ہوجائے گا۔ آپ کے میگزین[1] کا منتظر ہوں۔ غالباً آپ ہولی کی چھٹیوں میں امرتسر آئے ہیں۔ والد صاحب سے میرا سلام کہہ دیجئے۔ پیمانہ کو سہ ماہی[2] کرنے کے متعلق غور کروں گا۔ شاعر اور تاج برابر جاری رہیں گے۔ خدا کرے آپ بخیر ہوں۔

دعاگو سیماب اکبرآبادی

-۱۷-

آگرہ۔ ۴ر اپریل ۱۹۳۲ء

محبی سلام شوق

خط پہونچا۔ امرتسر سے آپ نے جو خط لکھا تھا۔ میں نے اس کا جواب امرتسر ہی دیدیا تھا۔ تعجب ہے کہ آپ کو نہیں ملا۔ لدھیانہ والی غزل کا شعر صحیح

---

[1] ایف سی کالج میگزین جس کے اُردو حصّہ کے ایڈیٹر ضیا مقرر کئے گئے تھے۔
[2] پیمانہ سہ ماہی ہونے سے قبل ہی بند ہوگیا۔

ہے ”ہم دیوانہ ہیں“ اور ”ہیں دیوانہ ہم“ میں کوئی فرق نہیں۔ ردیف کی وجہ سے تعقید کا شبہ ہوتا ہے۔ مگر تعقید نہیں ہے۔ مصرع صحیح ہے۔ میں آپ کی غزلیں ہمروزہ واپس کر دیتا ہوں۔ موصولہ غزلیں بھی بعد اصلاح آج ہی واپس کر دی ہیں۔

تذکرہ مرتب ہو رہا ہے۔ غالباً اس مہینے کے آخر تک مکمل ہو جائے گا مصروف بے حد ہوں۔

دعاگو۔ سیماب اکبر آبادی

-۱۸-

آگرہ - ۱۶ را پریل ۱۹۳۲ء

عزیزی تسلیم

رسالوں کا پیکٹ ابھی ابھی وصول ہوا۔ اب وقت نہیں ہے کہ آپ کے خط کا جواب دے سکوں۔ کل اتوار ہے۔ انشاء اللہ پرسوں مفصل خط لکھونگا۔ ایک رسالہ اس خط کے ملتے ہی اس پتہ پر روانہ کر دیجیے۔ (تاکید)

محمد صادق ضیا چینوٹوی - محلہ کلکتی - متصل مسجد میاں خدا یار، برمکان میاں الٰہی بخش - محمد امین شہر چینوٹ ضلع جھنگ۔ (پنجاب)

خیر طلب۔ سیماب اکبر آبادی

-۱۹-

آگرہ - ۱۸ را پریل ۱۹۳۲ء

محبی تسلیم

کل ایک کارڈ لکھ چکا ہوں۔ میگزین کا موجودہ اور گذشتہ نمبر دیکھا۔ آپ نے میگزین کا معیار قائم رکھنے کی پوری کوشش کی ہے مگر اُس کا پہلے معیار ہی

کیا تھا۔ میری رائے میں اس میگزین کی یہ خصوصیت ہونی چاہیئے کہ اس میں طلبائے کالج کے زیادہ سے زیادہ مضامین ہوں مگر معیاری یعنی وہ مضامین جن کا ادبی پایہ بلند ہو، مبتدی طلبار کے کلام اور افسانوں سے میگزین کو محفوظ رکھنے کی کوشش کیجئے۔ افسانوں میں "افسانہ نویس"، نظموں میں "بہار" دونوں چیزیں اچھی ہیں۔ لیکن اگر ایڈیٹر انعام سے مستثنیٰ ہو تو۔ مضامین میں مجھے ہربنس سنگھ کا مضمون "جدائی" پسند ہے اور نظموں میں "شیر کی گرج"
کلیم[1] صاحب کے متعلق آپ مجھ سے اب رائے لیتے ہیں جبکہ آپ انہیں اپنے قلم سے اُردو کے کامیاب ادیب اور شاعر" لکھ چکے ہیں۔ مجھے ان سطحی یا مصلحت آمیز فیصلوں سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ کلیم صاحب کا [اردو کا ادیب وشاعر ہونا] تو ابھی بہت مشکل ہے۔ وہ کامیاب ناظم بھی نہیں کہے جاسکتے بس نظم کر لیتے ہیں۔ طبیعت موزوں پائی ہے۔ کالج کے طالب علم ہیں۔ ذوق رہا تو کچھ ہو جائیں گے۔ طبیعت متعصب معلوم ہوتی ہے۔ گزشتہ نمبر کے شذرے کا جواب آپ نے بہت کمزور دیا مگر ایک ہی کالج میں رہ کر چپقلش اچھی معلوم نہیں ہوتی۔ ہاں چھیڑ چلی جائے اسد! اگلے ایڈیٹوریل میں کچھ ذکر ہو جائیگا۔
ضیا چنیوٹی کی نظم کا آپ نے خوب گلا کیا۔ کیا سانیٹ کی ترتیب یوں ہی ہوتی ہے؟ بہت قابلِ اعتراض طریقے سے نظم شائع ہوئی ہے۔ خدا جانے وہ مجھے کیا کہیں گے۔ رسالہ میں جابجا اغلاط بہت رہ گئی ہیں اور انتظار

---

[1] عطاء اللہ کلیم فورمین کرسچین کالج میں ضیا سے ایک برس آگے تھے۔ کالج چھوڑنے کے بعد انڈین آڈٹ اکاونٹس کے امتحان میں کامیاب رہے تھے اور غالباً ملازمت کے بعد اُردو شاعری سے کنارہ کش ہو گئے

گو ہر جگہ مونث لکھا گیا ہے۔ مجھے آپ کی نظم "بہار" میں اس لفظ کو مونث دیکھ کر بہت تعجب ہوا۔ اصلاح کے بعد یہ تصرّف آپ نے کس طرح جائز رکھا؟

میرا شعر جو سر نامہ لکھا گیا ہے اس میں "نیاز" کے "ز" کا نقطہ غائب ہے۔ اسی طرح اور بھی کتابت کی بہت سی غلطیاں ہیں۔ مگر یہ شعر آپ نے خوب تلاش کیا۔ کلیم صاحب تو خوش ہوں گے کہ کلیم کے جانے کے بعد پھر کلیم کی ضرورت ہے۔ میرے خیال میں نواب کے یہ شعر لکھوا دیجئے۔

تابِ نظر اگر ہو تماشا کریں کلیم
اب ہر طرف ضیا ہی ضیا انجمن میں ہے

مگر وہ بار بار اپنا نام آنے سے چڑ جائیں گے۔

"شاعر" کا اپریل نمبر دیکھنے کے بعد اس کے متعلق کوئی رائے دیجئے۔

"سیمابی دُنیا" کے متعلق میں نے ساغر صاحب کو پھر لکھا ہے۔ وہ آپ کو براہِ راست کوئی جواب دیں گے۔

"استقلال" علی گڑھ سے ساغر صاحب کی ادارت میں کبھی نکلنا ضرور تھا مگر اب مدّت سے بند ہے۔ اڈیٹوریل اور نظمیں انشاءاللہ کل ضرور روانہ کردوں گا۔ آج ۱۲ر کے "تاج" کے لئے کچھ NOTES لکھنے ہیں۔ بے حد عدیم الفرصت ہوں۔ لیکن کل ضرور لکھوں گا۔ اطمینان فرمایئے۔

ضیا صاحب چینوٹوی کا سانیٹ اگر آپ ایک نوٹ کے ساتھ از سرِ نو باقاعدہ شائع کردیں تو اچھا ہے۔

خیر طلب
سیماب اکبر آبادی

-۲۰-

آگرہ ۱۳ مئی ۱۹۳۲ء

عزیزم دعا۔

کارڈ پہونچا۔ نظم "مالن" میں صحیح مصرع یوں ہے۔

"نہ بھاگی بھونرے نے شاید اس کو آج ستایا ہے"

"وہی" غلطی سے لکھا گیا ہوگا۔ "ناٹک ساگر" اُردو ڈرامہ پر ایک اچھی کتاب ہے۔ اس کا مطالعہ کیجیے۔ نیا پتہ نوٹ کرلیا گیا ہے۔ آپ نے اچھا کیا کہ آشرم[1] چھوڑ دیا۔ تذکرے کے مسودات محفوظ پہنچیں گے۔ "شاعر" روانہ ہوچکا ہے۔ شیدا کپور تھلوی مجھ سے اصلاح لیتے ہیں مگر اعترافِ شاگردی ہنوز نہیں کیا۔ یہ استفسار آپ نے کیوں فرمایا۔

سیماب۔ اکبرآبادی

-۲۱-

آگرہ۔ ۱۸ مئی ۱۹۳۲ء

عزیزم سلمہٗ

رسالہ پہونچا۔ مجھے نہ اس کے مضامین پسند ہیں۔ نہ ترتیب۔ "رشحاتِ گرامی"[2] کے بعد "لاحول ولاقوۃ" گویا اس غزل کی داد ہے۔ پھر کیا یہ الفاظ کسی مضمون کا سنجیدہ عنوان بھی ہوسکتے ہیں؟

کوئی مضمون طلبا کے لیے مفید نہیں ہے نہ کسی مضمون میں کوئی خاص

---

[1] ہندو آشرم (ہوسٹل) لاہور جہاں ضیاؔ رہے اور اُن کے بعد کرشن چندر اور کنہیا لال کپور بھی رہے۔ کچھ ماہ کے لئے ضیاؔ کو کالج ہوسٹل میں جگہ مل گئی تھی۔

[2] اس عنوان سے سیماب کی غزل "دور ہے مستور ہے" کالج میگزین میں شائع ہوئی تھی۔

بات ہے جو دلنشیں ہو۔ "ایکٹر" اچھا افسانہ ہے۔ مگر جب نفسیاتی نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو اُس میں بھی کئی خامیاں موجود ہیں۔

"جوزف میزینی کے حقائق" "پیمانہ" کا ایک بہت پُرانا مضمون ہے۔ کیا اسکی جگہ کوئی نیا مضمون شائع نہ ہو سکتا تھا؟

غزل میں فصاحت کا تو ذکر کیا۔ "مکانِ لامکان" اور "سرحد" بجائے "حد" غلط استعمال ہوا ہے۔ "درسِ عشق" میں تیسرے شعر کا تیسرا مصرع نہایت گندہ ایہام پیدا کرتا ہے اور قطعاً اس قابل نہ تھا کہ کالج میگزین کے صفحات پر لایا جاتا۔

میگزین کا انگریزی حصہ زیادہ دلکش معلوم ہوتا ہے۔ آپ بھی یہی طریقہ کیوں نہ اختیار کریں۔ یعنی کچھ پروفیسروں کے مضامین ہوں، کچھ فارغ التحصیل طلباء کے۔ کچھ مشاہیرِ مُلک کے۔ اور کچھ کالج کے تازہ واقعات اور تازہ خبریں۔ ایک حصہ سنجیدہ مضامین کا بھی ہونا چاہیئے۔ آپ نے میگزین کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے تو اسے ممتاز کر کے دکھایئے۔ بچوں کے قصے لکھنے کی ضرورت نہیں۔ آگ بھریئے آگ۔ جو آپ کی شعلہ نوائی اور سوزِ آگینی کی یاد کالج میں چھوڑ جائے۔ ماضی پر غور کرنے کی ضرورت نہیں۔ حال کی غلط سامانیوں پر نظر رکھنے کا موقع نہیں۔ مستقبل دماغ میں ہونا چاہیے جب کچھ کام ہو سکے گا

آپ کا ترقی خواہ
سیماب اکبر آبادی

-۲۴-

آگرہ۔ ۲۶ مئی ۱۹۳۲ء

محبی جناب ضیا صاحب

میگزین کے مضامین واپس ہیں۔ حصۂ نثر بہت کم زور ہے۔ "اسٹیم انجن کا موجد" بہت فرسودہ مضمون ہے اور پرائمری کورس میں کہیں شائع ہو چکا ہے

ہیں آج کل بے حد پریشان ہوں ورنہ خود لکھ کر بھیج دیتا۔ کالج کے طلبا اگر آپ سے رشک کرتے ہیں تو اس کا جواب عملی تو توں سے دیجئے۔ باہر سے طلبا کے مضامین منگائیے۔ میں ذرا مطمئن ہو جاؤں تو خود بھی کوشش کروں گا۔ اس نمبر کے نثر مضامین کا انتظام کسی نہ کسی طرح کر ہی لیجئے۔ نہ ہو تو پیمانہ کی پرانی جلدوں سے اخلاقی، تاریخی یا تعلیمی مضامین لکھوا دیجئے۔ "تاج" کے گزشتہ نمبر سے "نوجوانانِ کالج کا جواب" ضیاء چینوٹوی کی نظم ضرور شریکِ اشاعت کر دیجئے۔ کالج والے اسے بہت پسند کرینگے اور محظوظ ہوں گے یہ ایک ہی نظم حصہ نظمیات میں کافی ہو سکتی ہے۔ مسٹر محمد صادق ضیا چینوٹوی (بی اے کلاس) لکھوا دیجئے۔ اور بالکل نہ گھبرائیے۔ کالج کھلنے پر انشاء اللہ مضامین کا ایسا انتظام کیا جائے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔ عرضِ حال دیکھ لیا ہے۔

سیماب اکبرآبادی

-۲۲-

آگرہ۔ ۲ اگست ۱۹۳۲ء

عزیزی جناب ضیا صاحب تسلیم

میں C.P. میں مصروفِ سفر تھا۔ کل شام کو واپس آیا تو آپ کا خط ملا۔ آپ کی ہمدردی کا شکریہ۔ میرے لئے استعانت ہمیشہ باعثِ حجاب رہی ہے۔ مگر جو احباب قصر الادب کی اعانت کرتے رہتے ہیں۔ اُن کے شکریہ سے میری روح کبھی خالی نہیں رہتی۔ واپسی میں رائے گڑھ[1] (سی پی) کے پاس ایک کوہستانی مقام طے کر رہا تھا کہ مہاندی اور رمان ندی کو عبور کرتے وقت کشتی الٹ گئی اور میں ندی میں جا پڑا۔ زندگی باقی تھی بچ گیا۔ اس سفر میں میں نے اتنی تکلیف اٹھائی کہ عمر بھر کبھی نہ اٹھائی تھی۔ خدا کا شکر ہے۔ نہ فکر معیشت اور زمانے کی گراں باری

---

[1] اس حادثے کی مکمل کیفیت ساغر نظامی کے نام اس خط میں موجود ہے جو ایشیا کے "روحِ مکاتیب نمبر" میں صفحہ ۲۰۰ پر چھپا ہے۔

پھر یہ عمر۔ بس اللہ ہی اللہ ہے۔

آپ کے قطعات پہنچ گئے ہیں۔ عادثے کے اثرات جو دل و دماغ پر طاری ہیں ذرا دور ہو جائیں تو پھر اُن کی تکمیل کروں۔ آپ کو اپنا صادق ہمدرد سمجھ کر یہ اطلاع دے دی ہے۔ دُعا کا طالب ہوں۔ والد صاحب سے سلام کہدیجئے۔ انشاءاللہ قطعات جلد واپس کروں گا۔ اُمید کہ اب آپ اچھے ہوں گے۔ موسم خراب ہے۔ ملیریا کا زور ہر جگہ ہے۔ نیبو استعمال میں رکھئے۔ خدا آپ کا حافظ و ناصر رہے۔

تذکرے ابھی کہاں دیکھے ہیں۔ جلدی دیکھ لوں گا۔ ذرا طبیعت کو سکون تو ہو۔

سیماب اکبرآبادی

-۲۴-

آگرہ ۲۳ر اگست ۱۹۳۲ء

عزیزی تسلیم

خط پہونچا۔ قطعات و مسودات پیشِ نظر ہیں۔ انشاءاللہ ان کی جلد تکمیل ہو جائے گی۔ صبا صاحب سے بھی خط کا جواب لکھنے کے لئے کہدیا ہے۔ ساغر آجکل پندار و غرور کی ہوا میں ہیں۔ جب اس منزل سے گذر چکیں گے اُس وقت آپ کو کچھ جواب دیں گے۔ شناعر کے متعلق آپ کو یہ سُن کر تعجب ہوگا کہ کامیابی مطلق نہیں ہوئی۔ صرف ایک سراب تھا۔ کوشش بہت کی۔ مگر نتیجہ کچھ نہ نکلا۔ خدا کو جو کچھ منظور ہو۔ میں پھر عنقریب سفر پر روانہ ہونے والا ہوں۔

سیماب اکبرآبادی

-۲۵-

آگرہ ۱۰ر ستمبر ۱۹۳۲ء

محبی تسلیم و دُعا

میں تو ہر خط کا جواب دے رہا ہوں۔ قطعات کے لئے صرف دو تین روز

اور ٹھہر جائیے۔ انشاء اللہ جلد بھیجتا ہوں۔ جہانگیر[۱] کا وہ نمبر ذرا مجھے بھیج دیجیے۔ ابھی آپ کچھ نہ لکھئے۔ میں دیکھ کر کوئی فیصلہ کرسکوں گا۔ نمبر آپ کو واپس مل جائیگا۔ آپ نے تحریک[۲] شروع کردی اچھا کیا کچھ نام نئے فہرست میں اور بڑھ گئے ہیں۔ آپ کی فہرست میں آخری نام کس کا ہے۔ اس خط کا جواب آنے پر باقی نام بھی بھیجدیے جائیں گے۔ والد صاحب کو سلام کہدیجیے۔

خیر طلب

سیماب اکبرآبادی

-۲۶-

آگرہ۔ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۲ء

مجبّی تسلیم۔

کارڈ پہونچا۔ ضیا[۳] صاحب کہتے تھے کہ وہ آپ کے خط کا جواب دے چکے ہیں۔ ہنوز میری طبیعت ناساز ہے۔ نہ قطعات دیکھے ہیں نہ مسودات۔ یہ کام اطمینان کے ہیں۔ اطمینان نصیب ہو تو ادھر توجہ کروں۔ شاید میری مصروفیتوں کا آپ کو علم نہیں ہے

سیماب اکبرآبادی

-۲۷-

آگرہ۔ ۲۶ ستمبر ۱۹۳۲ء

مجبّی جناب ضیا صاحب دعا

میں باہر گیا ہوا تھا۔ اس مرتبہ قطعات میں دیر ہوگئی تو آپ بہت خفا ہیں

۱؎ جہانگیر لاہور میں سیماب پر کچھ اعتراضات کئے گئے تھے۔

۲؎ ضیا نے سیماب کے بیشتر تلامذہ سے تحریک کی تھی کہ وہ ہر ماہ استاد کو کچھ رقم بطور نذرانہ بھیجتے رہیں۔ افسوس کہ اسے قابلِ اعتنا نہ سمجھا گیا

۳؎ محمد صادق ضیا چینوٹوی

یہاں ہوتے تو معلوم ہوتا کہ اصلاح طلب غزلوں کا کتنا انبار لگا ہوا ہے۔ گھبرایئے نہیں۔ انشاء اللہ قطعات جلد واپس کر دوں گا۔

"شاعر" میں پندرہ شعر کسی کے شائع نہیں ہوتے۔ اشعار بطور انتخاب لئے جاتے ہیں۔ خاص خاص صورتیں مستثنٰے ہیں۔ جہانگیر مل گیا ہے تنقید بے بنیاد ہے۔ فرصت ہوئی تو آپ کو کچھ اشارات لکھ دوں گا۔ جس کے بعد آپ کا جواب دینا نہ دینا اختیاری ہے۔ ضیا صاحب آپ کی دعا کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

آپ نے جو خطوط لکھے تھے۔ اُن کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ کالج کب کھُلے گا۔

دُعا گو سیماب اکبر آبادی

-۲۸-

آگرہ ۲۵ر اکتوبر ۱۹۳۲ء

مجتبیٰ ضیا صاحب دُعا

اللہ اللہ، اتفاق سے ایک مرتبہ جوابِ خطوط میں دیر ہو گئی تو آپ اس قدر برہم ہو گئے! اور بدگمانیاں عارضِ حال ہو گئیں! آیئے آج میں آپ کو اس خاموشی کا سبب بتاؤں۔ ۲۲ر ستمبر کو میں نے اُس زمانہ کا جائزہ لیا۔ جب پیمانہ میری ملکیت اور ساغر صاحب کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔ مجھے معلوم ہوا کہ ۱۹۲۳ء سے ۱۹۳۱ء تک ۹ برس میں میری صرف ۹ نظمیں شائع ہوئی ہیں۔ یہ احساس میرے لئے بہت روح فرسا تھا۔ خصوصاً جب مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ اس وقت تک میری نظموں کا کوئی مجموعہ پبلک کے سامنے پیش نہیں ہوا۔ "نیستاں" کی اشاعت میرے ساتھ ایک خوبصورت ظلم تھا جسے میں نے ہمیشہ تکلیف کے ساتھ محسوس کیا۔ ان تمام باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے عزم کر لیا کہ میں جلد از جلد۔ اپنا ایک مجموعہ منظومات پبلک میں پیش کروں۔ ۲۳ر ستمبر سے

اس کام میں سب کام چھوڑ کر منہمک ہو گیا۔ ضیا صاحب چینوٹوی نے پوری ہمدردی سے میرا ساتھ دیا اور خدا کا شکر ہے کہ کل ۲۳ اکتوبر کو میں نے ایک ایسا مجموعہ[۱] مرتب کر لیا جسے میں اپنے نام سے شائع کر کے خوش ہو سکتا ہوں۔

عزیز از جان ضیا، یہ تھا میری خاموشی کا راز۔ میں نے بالتصریح یہ بات لکھ دی کہ آپ بھی میری خوشی میں شریک ہوں۔ مجھے آپ کی ہمدردی، محبت اور سعادت پر زیادہ سے زیادہ یقین ہے اور میں آپ سے کوئی بات چھپانا نہیں چاہتا۔

اب اس کے بعد دیوان کی ترتیب ہے۔ ارادہ ہے کہ دسمبر کے آخر تک اس سے بھی سبکدوش ہو جاؤں۔ نظموں کا مجموعہ اگر ایک ہزار چھپواؤں تو چار سو روپیہ لاگت آتے ہیں جس خدا نے اسے مرتب کرا لیا ہے۔ وہ ہی اس کی اشاعت کا بھی انتظام کر دے گا۔ میرے پاس تو کچھ ہے نہیں صرف سرمایۂ توکل ہے اگر یہ مجموعہ شائع ہو گیا تو انشاء اللہ تعالیٰ میری دوسری تصانیف کا سلسلہ مستقلاً جاری رہ سکے گا۔ اس حقیقت کے معلوم کر لینے کے بعد بھی کیا آپ مجھ سے خفا رہیں گے؟

ابھی اس کا ذکر کسی سے نہ کیجیے۔ میں نے بطور خاص آپ کو لکھ دیا ہے۔ ساغر صاحب کے خط میں بھی اس کا ذکر نہ ہو۔ انہیں بھی یہ بات معلوم نہیں ہے۔ اس سے اپنے امتیازات کا اندازہ لگایئے۔

"سیمابی دنیا" کے مسودات ایک ہفتہ میں دیکھ لوں گا۔ مگر ابھی یہ مسودات نامکمل ہیں۔ ساغر اور راز کے تذکرے کہاں ہیں۔ اُن پر زور دے کر تذکرے منگوایئے جس دن یہ تذکرے آگئے اس کے ایک ہفتہ بعد یہ مجموعہ آپ کے پاس پہنچ جائے گا۔ یہ میرا آخری فیصلہ اور وعدہ ہے۔

---

[۱] یہ مجموعہ ۱۹۳۴ء میں "کارِ امروز" کے نام سے چھپا۔

جہانگیر میں جو کچھ لکھا گیا ہے قابل اعتنا نہیں۔ اتفاق سے آغا شاعر قزلباش دہلوی کا ایک مراسلہ آیا ہے۔ اُس میں جہانگیر کے اس مضمون کی قلعی کھول دی گئی ہے۔ شاعر میں شائع کردوں گا۔ تنقید میں کچھ جان ہو تو جواب دیا جائے۔ قواعدے کا کچھ اعتراض ہو تو اُس پر غور کیا جائے

سراج الدین صاحب ظفر جہلمی ملنے کو آئے تھے۔ آپ کا سلام و پیام لائے تھے۔ انہیں بھی مجموعہ نظمیات کا حال معلوم ہو گیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ میں اس سلسلے میں آپ کی زیادہ سے زیادہ مدد کروں گا۔ خوش رہیں۔ دیکھوں، کون کون میری مدد کرتا ہے

ع - سخن کے بعد یا ان سخن کی آزمائش ہے

میں شاید اسی مجموعے کے کسی سلسلے میں لاہور آؤں۔ اگر آیا تو آپ ہی کے پاس ٹھہروں گا مگر یہ مجھے خود معلوم نہیں کہ کب تک آنا ہوگا۔ اسکی اشاعت کا کچھ انتظام ہو جائے تو بتاؤں۔ کوئی مشورہ دیجیے۔

آپ کی غزلیں، قطعات اور نظمیں بعد اصلاح واپس کر رہا ہوں جب تک آگرے میں ہوں آیندہ آپ کے خطوط کے جواب میں تاخیر نہ ہوگی۔ شاید نومبر میں کہیں باہر جاتا ہو۔

اس مہینے کالج کا میگزین تو کسی نہ کسی طرح شائع کر دیجیے۔ آیندہ مہینے کے لئے میں بھی کچھ فکر کروں گا۔ ایک ماہ کی مسلسل دماغ کاوی کا نتیجہ زکام اور نزلے کی صورت میں گلو گیر ہے مگر عشرتِ تکمیل سب پر حاوی ہے

اب اور کیا لکھوں۔ آپ کے مفصل خط کا منتظر ہوں جس کا آپ نے اپنے آخری کارڈ میں وعدہ کیا ہے۔ خدا کرے آپ تندرست ہوں۔

آپ کی کامیابی کا آرزو مند
سیماب اکبر آبادی

-۳۰-

آگرہ - ۹ر نومبر ۱۹۳۲ء

محبّی ضیا صاحب دعا

کئی روز ہوئے کارڈ پہنچا تھا - کل میگزین بھی مل گیا - میگزین کے انتظار میں جواب سے قاصر رہا - میں تو آپ کے متعلق بہت پہلے یہ رائے قائم کر چکا ہوں کہ آپ شاعر ہیں اور آپ کے دماغ و ذہن میں قوتِ شعری زیادہ سے زیادہ موجود ہے - بددل ہونے کی ضرورت نہیں محنت اور شغف کی ضرورت ہے - خدا نے چاہا تو آپ کا یہ ذوق آپ کو منصبِ ممتاز تک پہنچا دے گا اگر آپ میں ترقی کے آثار نہ ہوتے تو اب سے بہت پہلے میں آپ کو خود روک دیتا ۔

میں نے یہ ذکر کسی سے نہیں کیا - آپ کے خط سے متالّم تھا - ضیا آ گئے اظہارِ حال پر مجبور کیا تو اُن سے مختصراً کچھ کہہ دیا تھا - وہ آپ کو خط لکھیں گے۔

قطعات پر آپ منظر سلمہٗ یا ساغر یا ضیا سے تبصرہ لکھوانا کیوں پسند نہیں کرتے ؟ اگر بغیر تبصرہ شائع کرنا مقصود ہو تو بھی کچھ حرج نہیں - ہاں میں اُن پر نظرِ ثانی کر لیتا تو بہتر تھا ۔

منظر دہلی کہاں گئے کاروبار کی کساد بازاری سے کچھ عجیب قسم کا جمود طاری ہے ۔ "تاج" کی اشاعتیں رُکی ہوئی ہیں - ستمبر کا "شاعر" کل شائع ہوا ہے ۔ آپ کے پاس بھی پہنچا ہوگا - ۴۲ ر کا "تاج" آج شائع ہو رہا ہے - ۷ ر نومبر کا شائع نہ ہوگا - اگر ممکن ہوا تو ۷ - ۱۴ کا مشترکہ نمبر شائع کر دوں گا ۔

میگزین کا تازہ نمبر دیکھا - ویسے تو اچھا ہے - مگر میں پھر بھی کہوں گا

کہ پرچہ مرتّب کرنے کے بعد آپ مجھے دکھا دیا کریں تو مناسب ہے۔ انگریزی کے حصّے میں زیادہ زور ہے۔

قیل و قال کا آخری شعر بہت سادہ ہے۔ مجھے پسند نہ آیا۔ تجارت[1] پر آپ نے جو نوٹ دیا ہے۔ وہ تجاوز سے خالی نہیں۔ حفظِ مراتب لازمی ہے۔ پھر یہ نظم کئی جگہ شائع ہو چکی تھی۔ ابھی "ریاست" میں بھی شائع ہوئی ہے۔ میگزین کے لیے حتی الامکان غیر مطبوعہ مضامین نظم و نثر فراہم کرنے کی کوشش ہونی چاہیئے۔

"طلبائے کالج کو دعوتِ عمل" شاید میری دیکھی ہوئی نہیں ہے اس میں آراستہ، پیراستہ قوافی غلط ہیں "نوراتی" کا "ے" اور "پیدا" کا الف گرتا ہے "کوسوں" کا "ون" گرتا ہے۔ "دامِ زندگی" یہاں معناً غلط ہے "کیا میں شاعر ہوں" اس میں کئی غلطیاں رہ گئی ہیں۔ آٹھویں سطر میں "خواب" کو آپ نے مونث لکھ دیا ہے۔ "تشکے" خدا جانے کیا لفظ ہے "اتنا پھلا رہے ہیں" یہ محاورہ غلط ہے "سچ مچ" غیر فصیح ہے "سراب" میں سین مفتوح ہے۔ کاتب نے اس پر پیش لگا دیا ہے مگر تصحیح کے آپ ذمہ دار تھے۔

یہی وہ فروگذاشتیں ہیں جو مستند اور ذہین طلبائے کالج کی نگاہوں میں کھٹکتی ہوں گی۔ اپنے استاد کی زندگی میں آپ کا ایک لفظ بھی بغیر دیکھے شائع نہ ہونا چاہیے تا آنکہ آپ میں کثرتِ مشق سے قوتِ امتیازی پیدا نہ ہو جائے۔

مجھے دوسروں کی غلطیوں پر تبصرہ کرنے کا حق نہیں مگر آپ کی رہنمائی ہر طرح اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ میرا لاہور آنا ابھی ایک عرصے تک ملتوی ہے۔ انتظار نہ فرمایئے۔ توقع رکھیے۔ شاید جنوری میں آنا ہو جائے اور کوئی تازہ بات نہیں۔

خیر طلب۔ سیماب اکبر آبادی

[1] ساغر نظامی کی ایک نظم

-۳۱۰-

آگرہ - نومبر ۱۹۳۲ء

ضیا صاحب دعا

مضامین بعد نظر ثانی واپس ہیں افسوس کہ میں اس مرتبہ کوئی افسانہ نہ لکھ سکا۔ اگر کوئی نثر مضمون اور مل جائے تو لگا دیجئے۔ مضامین کی ترتیب یہی رہے گی۔ ضیا صاحب کی نظم پر نوٹ ضرور دے دیجئے۔ یہ ذرد صاحب سیمابی کون ہیں میں نے انہیں نہیں پہچانا۔ ظفر[1] صاحب سے بھی کوئی مضمون ضرور لیجئے۔ مضمون نہ سہی نظم ہی سہی۔ آئندہ نمبر کے لئے میں یہاں سے بھی نثر و نظم مضامین بھیجنے کا انتظام کروں گا۔ اطمینان رکھئے۔

سیماب اکبر آبادی

مکرر۔ یہ نظم (تصویر کا تصور) پیمانہ کے لئے نقل کرکے بھیج دیجئے۔ نظم "حباب" اور بانگ درا کا پرچہ بھی بھیج دیجئے۔ آپ کانگڑہ سے امرتسر مستقلاً واپس آگئے یا پھر جانے کا ارادہ ہے۔ اب تو امرتسر میں بھی موسم خوشگوار ہو گیا ہوگا۔ میں اگر کبھی امرتسر آیا تو جو نظمیں فرخ صاحب دیکھ چکے ہیں ان پر پھر ایک نظر ڈالوں گا۔ "بغاوتِ اکبر[2]" کے متعلق آپ کے اظہار رائے کی ضرورت ہے مگر غور و فکر کے ساتھ

ترقی خواہ

سیماب اکبر آبادی

[1] سراج الدین ظفر شاگرد سیماب (ف ۶ مئی ۱۹۷۲ء) ضیا کے ساتھ فورمن کرسچن کالج میں پڑھتے تھے۔

[2] اکبر سیماب کے کوئی شاگرد تھے اور باغی ہو گئے تھے۔ اس بغاوت کا بھرپور جائزہ ساغر نظامی نے اپنے مضمون "بغاوتِ اکبر کے اسباب" میں لیا تھا جو بالاقساط تاج میں چھپا۔

-۳۱-

آگرہ - ۱۰ر نومبر ۱۹۳۲ء

عزیزی ضیا صاحب دُعا

آپ کا خط ملا - آپ کے خیالات معلوم کر کے حیرت بھی ہوئی اور افسوس بھی۔ حیرت اس لئے کہ آپ جیسے سلیم الطبع، ہونہار نوجوان سے اس قسم کے خیالات کی توقع نہ تھی اور افسوس اس لئے کہ آپ کے ماحول کی غلط سامانی اور فرقہ وارانہ تعصب نے آپ کو اس قسم کی بددلی کا شکار کر دیا۔ میرے پاس آپ کی تمام باتوں کا صرف ایک جواب (ہے اور وہ یہ کہ آپ اپنے ضمیر سے) مشورہ لیں اور غور کریں کہ آپ فطرتاً شاعر پیدا ہوئے ہیں یا نہیں اگر آپ کا ضمیر (گواہی دے) کہ آپ کا یہ ذوق فطری ہے تو سمجھ لیجئے کہ جو سوءِ ظن آپ کو اپنے متعلق پیدا ہوا ہے (وہ غلط ہے) - شاعری کا ذوق اگر فطری ہے تو اُسے ابنائے کالج کی مخاصمت یا حسد سے کوئی (نقصان نہیں پہنچ سکتا) اور اگر یہ ذوق غیر فطری ہے تو یقیناً اُسے ختم ہو جانا چاہیے۔

جو مثالیں آپ نے اپنی ناکامی کے متعلق پیش کی ہیں میں ان میں سے کسی ایک کو بھی تسلیم کرنے (کے لئے تیار نہیں) کالج میگزین کا معاملہ شاعری سے کوئی تعلق نہیں رکھتا بلکہ تدوین و ترتیب سے (تعلق رکھتا ہے) آپ طلباء کے مضامین پر قانع ہو جاتے ہیں جو جماعت آپ کے خلاف (ہے وہ آپ کو) اچھے مضامین کی بہم رسانی میں کامیاب نہیں ہونے دیتی (یہ لوگ) بددل کر کے آپ کے حوصلے پست کرنا چاہتے ہیں . . . دوسری مثال آپ نے اصلاح کے متعلق پیش کی ہے کہ کوئی شعر بغیر اصلاح علیٰ حالہٖ قائم نہیں رہتا۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ کا زمانۂ مشق ابھی دو تین سال سے زیادہ نہیں ہے

اس مختصر عرصہ میں یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ احتیاجِ اصلاح سے بے نیاز ہو جائیں۔ جو لوگ پندرہ پندرہ سال سے مجھے غزل دکھا رہے ہیں۔ وہ بھی ہنوز محتاجِ اصلاح ہیں اور ان کا بھی کوئی شعر ایسا نہیں ہوتا جس میں مجھے کچھ نہ کچھ بنانا (نہ پڑے اس کا سبب) یہ ہے کہ میری مشق پینتیس، چھتیس سال کی مشق ہے اس سے کم زمانے تک مشق کرنے والوں کا کلام جب بھی (میرے پاس آئے گا تو مجھے اس میں کچھ ترمیم کا موقع ضرور مل جائے گا میرے تلامذہ میں سے بعض ایسے بھی ہیں جن کے کلام میں اگر میں کچھ اصلاح و ترمیم نہ کروں تو وہ اسے میری عدم توجہی پر محمول کرتے ہیں۔ پھر آپ اس سے بددل کیوں ہوں؟ ہو سکتا ہے کہ اگر آپ توجیہ[۱] اصلاح پر عبور پا سکیں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ حتی الامکان شعر حک و اصلاح سے بری رہے تو ایک دن آپ کو ضرورت اصلاح نہ ہو۔ لیکن جن لوگوں کے استاد و مشیر موجود ہیں انہیں یہ خیال نہیں رہتا۔ آپ بہت زیادہ سوچ کر شعر نہیں کہتے اور ایک خیال کو معمولی فکر سے نظم کر جاتے ہیں۔ میں اس خیال کو تو نہیں بدلتا البتہ میری نظر آپ کے الفاظ سے زیادہ موزوں اور برمحل الفاظ پر پڑتی ہے اور میں اُس خیال کو زیادہ بلند کر دیتا ہوں۔ اگر آپ اصلاح کو اپنی کمزوری پر مبنی کرتے ہیں تو کوشش اور محنت سے ایسے اشعار کہئے جو ضرورتِ اصلاح سے بلند ہوں مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ بات اتنے مختصر زمانے میں حاصل نہیں ہو جاتی۔ پندرہ اشعار "شاعر" میں درج کرنے سے میں نے انکار کر دیا تھا تو اس کا سبب یہ تھا کہ اس میں عدم گنجائش کی وجہ سے اتنے اشعار درج نہیں کئے جاتے۔ شاید اس قید کا اعلان بھی کر دیا گیا ہے۔

---

۵۱ سیماب خود توجیہہ اصلاح نہیں کرتے تھے۔

مشاعرے کی غزل اس لئے واپس کر دی کہ وہ مشاعرہ چھپ چکا تھا۔ کسی اخبار یا رسالہ میں کسی نظم یا غزل کا شائع نہ ہونا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ غزل (اچھی نہیں) ہر جریدہ کا مذاق و معیار مختلف ہوتا ہے۔ میرے پاس سینکڑوں نظمیں اور غزلیں آتی ہیں (جن میں سے بیشتر) شائع نہیں ہوتیں۔ مگر عدم اشاعت کی وجہ سے کسی نے ترکِ شاعری کا اعلان نہیں کیا۔

میں نے تبصرہ دانستہ نہیں لکھا۔ اس لئے کہ ایک اُستاد اپنے کسی شاگرد کے کلام کے متعلق اگر رائے دے تو اُسے حق بجانب (نہیں سمجھا جاتا) یہ کام آپ کے معاصرین کا ہے۔ منظر یا ضیا سے آپ یہ کام لے سکتے ہیں اور وہ اسے بخوبی انجام دے سکتے ہیں۔ منصبِ معلوم کے مطابق کام لینا چاہیئے۔ آپ سمجھے؟

(آپ نے جن وجوہ کو ترک) شاعری کا سبب بنایا ہے۔ وہ تو سب کمزور ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ آپ میں شعر کہنے کی اہلیت ہے (آپ شعر) کہہ سکتے ہیں اور آپ کا ذوق بھی ستھرا ہوا ہے۔ اگر آپ توجہ اور محنت سے کام لیں تو اپنے معاصرین میں (اپنا مقام بنا سکتے ہیں) بہ ایں ہمہ اگر آپ کی طبیعت شاعری کی طرف سے اُچاٹ ہو تو میرے بس کی بات نہیں۔ میرے سامنے سینکڑوں مثالیں ایسے لوگوں کی موجود ہیں جنہیں ایک دو سال شاعری کا ذوق رہا (بعد میں) معلوم ہوا کہ وہ اِس میدان کے مردِ میدانہ تھے اور ان کی شاعری فطری جذبے پر مبنی نہ تھی (چنانچہ ختم ہو گئی) اس کے برعکس ایسی مثالیں بھی) موجود (ہیں کہ فطری شاعر) اپنے ذوقِ شاعرانہ کو ترک یا کم نہ کر سکے اور بالآخر ایک (دن معراج شاعری پر پہنچ گئے) معلوم نہیں (کہ آپ کا) تعلق ان جماعتوں میں سے کس سے ہے بہر حال میں آپ کے رُجحان اور ارادوں (کو جانتا ہوں اور یقین فرمایئے کہ آپ کی ادبی زندگی کا ضامن ہوتے ہوئے زیادہ سے زیادہ خدمت

کے لئے تیار ہوں ۔ ضیا صاحب سے آپ کا سلام کہہ دیا تھا ۔

دعاگو سیماب اکبرآبادی

نوٹ :۔ کرم خوردگی کے سبب کئی مقامات پر یہ خط ٹھیک سے نہیں پڑھا جاسکا چنانچہ وہ الفاظ جو واضح نہیں بریکٹ میں دیدیے گئے ہیں اور جہاں خلا آگیا ہے وہاں خالی جگہ میں نقطے لگا دیے گئے ہیں ۔

-۳۴-

آگرہ - ۱۹ر دسمبر ۱۹۳۲ء

ضیا صاحب دعا

میں باہر گیا ہوا تھا کل شام ہی کو آیا ہوں - آپ کا مجموعہ قطعات[1] نظر ثانی کے بعد منظر سلمہٗ کو دیباچہ لکھنے کے لئے دے دیا ہے ۔ وہ عنقریب بھیج دیں گے ۔ آپ ۲۵ر دسمبر کو مجھے کسی مشاعرے میں بلا رہے تھے ۔ افسوس کہ اب وقت نکل گیا - میں ۲۴ر دسمبر کو کانپور جا رہا ہوں وہاں سے آکر آپ کو خط لکھوں گا اور فروری میں انشاءاللہ آپ سے ملوں گا ۔ ساغر صاحب اور راز صاحب کے تذکرے ابھی وصول نہیں ہوئے ہیں - یہ تذکرے اور آجائیں تو میں مسودات آپ کو بھیج دوں ۔ امید کہ آپ اچھی طرح ہوں گے ۔ والد صاحب سے میرا سلام کہہ دیجئے ۔ "کار امروز" کی طباعت کا ہنوز کوئی انتظام نہیں ہو سکا - اللہ مددگار ہے

خیر طلب سیماب اکبرآبادی

---

[1] یہ مجموعہ "طلوع" کے نام سے ۱۹۳۴ء میں ساغر نظامی کے دیباچہ کے ساتھ شائع ہوا تھا ۔

۴۳۔ (ب)

قصر الادب۔ آگرہ
۲۶ فروری ۱۹۳۳ء

عزیزم ضیا صاحب دعا

خط پہنچا۔ آپ نے نظمیں اور غزلیں اتنی بھیج دی تھیں کہ میں یک بہ یک وقت انہیں نہ دیکھ سکا۔ پھر عید کے چاند میں بعض اعزا کی شادی تھی۔ اس کے بعد میں ۸۔۔۱۰ روز سے بیمار ہوں۔ ہنوز طبیعت صاف نہیں ہے۔ اب کہ آپ کا تقاضا حد سے گزر گیا۔ مجبوراً تمام نظمیں اور غزلیں بعد اصلاح واپس کر رہا ہوں۔۔۔ تاخیر کا ہمیشہ کوئی سبب ہوتا ہے۔ جو آپ کے علم میں نہیں ہوتا۔۔۔ میں آپ سے خفا نہیں ہوں بلکہ اپنی زندگی سے خفا ہوں۔

"ضیائے مشرق"[1] کے متعلق جو گفتگو آپ سے بالمواجہ ہوئی تھی۔ ساغر صاحب کا اختلاف اُسی پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔ بہتر ہے اُنہیں اُسے کوئی دوسرا نام پوچھیے۔ کاپی اُنہیں آپ نے کیوں دے دی۔۔؟ میں اس مصلحت کو مطلق نہیں سمجھا۔ آپ کو اپنی ہر چیز کا اختیار ہے۔ کوئی چیز کسی کو سپرد کر دینے کے بعد مجھے اطلاع دینے سے کیا فائدہ۔ "سیمابی دُنیا" کا نام "کارواں" رکھا گیا ہے آئندہ اسی نام سے اُسے یاد کیجیے۔ کارواں کے مسودات۔ اوائل مارچ میں آپ کے پاس انشاء اللہ ضرور پہنچ جائیں گے۔ اطمینان رکھیے۔ ذرا طبیعت اور سنبھل جائے تو سب سے پہلے ان مسودات پر نظرِ ثانی کروں گا۔

ظفر صاحب کی اطلاع اول تو قابلِ اعتنا نہیں۔ دوسرے اگر آپ کے مخالف زیادہ ہیں تو یہ آپ کی ترقی کی دلیل ہے ؎

---

[1] "ضیائے مشرق" کا مسودہ۔ بہ طبع نہیں ہوا

سچ ہے اچھوں سے برے رشک کیا کرتے ہیں
اک زمانے کا جو محسود ہے احسن ہے وہی

خدا حاسد ہونے سے بچائے محسود ہونا برا نہیں ہے۔ آپ ان باتوں کا خیال ہی کیوں کریں۔ میری طبیعت ابھی اچھی نہیں ہے۔ خدا کرے آپ اچھے ہوں۔ امتحان کب سے ہیں۔ امید کہ امتحان کے لئے آپ کی تیاری قابلِ اطمینان ہوگی۔ جب تک امتحان ہوں فکرِ سخن میں محتاط رہیئے۔

دعا گو سیماب اکبر آبادی

-۳۴-

آگرہ۔ ۱۰ مارچ ۱۹۳۳ء

ضیا صاحب

میں آپ کو حکم دیتا ہوں کہ آپ "ضیائے مشرق" کا مسودہ اور ساغر صاحب کا خط بجنسہ مجھے روانہ کر دیں۔ تاخیر نہ ہو۔ مسودہ اور خط پہنچ جانے کے بعد میں مفصل خط آپ کو لکھوں گا۔

آپ کا بہی خواہ
سیماب اکبر آبادی

-۳۵-

آگرہ۔ یکم اپریل ۱۹۳۳ء

ضیا صاحب، کچھ ایسا ہی مصروف تھا کہ آپ کو خط نہ لکھ سکا۔ تذکرے اور آپ کے مسودات عنقریب بھیجتا ہوں۔ چند روز اور انتظار کیجئے۔ جی ہاں میں چاہتا ہوں کہ آپ امتحان میں امتیازی کامیابی حاصل کریں۔ خدا سے دعا اور آپ سے مطالبہ ہے۔ منظر و ضیا سلام کہتے ہیں۔ سیماب

-۳۶-

آگرہ۔ ۱۱ر اپریل ۱۹۳۳ء

محبّی جناب ضیاؔ صاحب دُعا

کارڈ ملا۔ آپ کو ایک غلط فہمی ہوئی ہے جسے میں رفع کرنا چاہتا ہوں۔
میں لاہور ٹھہرنے کے لئے نہیں آ رہا ہوں۔ میں نے لکھا تھا کہ ۵ ار اپریل کو جہلم جاتے ہوئے صبح فرنٹیر میل سے لاہور اسٹیشن سے گزروں گا۔ آپ یہ سمجھے کہ لاہور آ رہا ہوں۔ ایسا تو نہیں ہے۔ بہر حال آپ نے اپنے خط میں جس محبت و مسرت کا اظہار کیا ہے مجھے اس کا اعتراف ہے۔ ۱۵ر اپریل کو فرنٹیر میل پر ضرور آئیے (مگر جناب ۱۵ر مئی کو نہیں ۱۵ر اپریل کو) تاکہ میں آپ کے مسودات آپ کو سپرد کر دوں۔ ظفرؔ صاحب کو میرے پروگرام کا علم ہو چکا ہے۔

آپ کا ترقی خواہ۔ سیماب اکبر آبادی

-۳۷-

آگرہ ۱۹ر اپریل ۱۹۳۳ء

محبّی تسلیم

میں جہلم سے براہ راست آگرے آگیا ہوں۔ لاہور میں اب میرا انتظار نہ کیجیے۔ وجوہ پھر لکھوں گا۔ اطلاع دیجیے کہ آپ امتحانات سے فارغ ہو کر امرتسر کس تاریخ تک پہنچ جائیں گے۔ صحیح تاریخ لکھئے۔ جواب آنے کے بعد مفصّل خط لکھوں گا۔

امتحان کیسے ہوئے ہیں۔

خیر طلب
سیماب اکبر آبادی

-۳۸-

آگرہ - ۲۶ رمئی ۱۹۳۳ء

محبی دعا - میں ۱۲ رمئی کا باہر گیا ہوا کل ۲۵ رمئی کو واپس آیا ہوں - اس لئے جواب میں دیر ہوگئی - اچھی بات ہے - مسودہ دوبارہ صحیح اور صاف لکھوا لئے - میرے تذکرے کی ضرورت نہیں - تازہ تصویر جب آپ کہیں گے بھیج دوں گا - شاعر کے لئے نظم اور غزل دیر میں پہنچی - آپ کے مسودات تو سب مکمل ہیں - مقدمے میں ذرا سا اضافہ باقی ہے - اب آ گیا ہوں - انشاءاللہ اس کا تکملہ بھی جلد ہو جائے گا - والد صاحب سے سلام کہد یجئے -

سیماب اکبرآبادی

-۳۹-

آگرہ ۵ جون ۱۹۳۳ء

محبی - دعا - عزیزی محمد صادق ضیاؔ کی شادی اسی ماہ میں ہونے والی ہے - وہ مصر ہیں کہ آپ بھی اُن کی شادی میں ضرور شریک ہوں - باقاعدہ دعوت نامہ مع پروگرام کے وہ آپ کو چنیوٹ سے بھیجیں گے - یہ خط میں اس لئے لکھ رہا ہوں کہ آپ مع ایک سہرے کے تیار رہیں - میں بھی جاؤں گا - مگر شاید تاریخ شادی سے کچھ پہلے پہنچوں گا - اس قسم کے اجتماعات جماعتی تعارف و اتحاد کے لئے بسا ضروری ہیں - آپ کو ضرور شریک ہونا چاہیے - امرتسر سے چنیوٹ کچھ دُور نہیں ہے -

خیر طلب سیماب اکبرآبادی

-۴۰-

آگرہ - ۱۲ رجون ۱۹۳۳ء

محبی دُعا - کارڈ پہنچا - دعوت نامہ اب تک آپ کے پاس اس لئے

نہیں آیا کہ ہنوز تاریخ کا تعین نہیں ہوا ہے۔ دعوت نامہ ضرور آئے گا۔ مجھے اپنے جانے کے متعلق خود بھی علم نہیں کہ کب چلا جاؤں۔ ممکن ہے شادی سے کچھ قبل پہنچوں اور ممکن ہے عین وقت پر۔ یہ تو بلانے والے کے جذبات پر منحصر ہے اگر وقت ہوا تو اطلاع ضرور دوں گا۔ ورنہ آپ تاریخ معینہ تک پہنچ جائیں۔ سہرا اگر آپ جلدی بھیجدیں تو میں یہاں سے دیکھ کر واپس کر دوں آپ امرتسر میں خوشخط لکھوا کر فریم کرالیں۔ خنداں[1] صاحب اور ظفر صاحب بھی آئیں گے۔ جو بلا رہا ہے اُسے آپ کے کھانے پینے کا خود خیال ہوگا۔ اسکی فکر نہ کیجیے۔

ضیا امرتسر بھی گئے تھے۔ شاید آپ سے ملے ہوں۔ سیماب

-۱۴-

آگرہ ۱۲؍ جون ۱۹۳۳ء

عزیزی دُعا۔ کل ایک کارڈ لکھ چکا ہوں۔ آج پھر ضرورت داعی ہوئی۔ وہ یہ کہ مجھے ضیا صاحب کی شادی کے موقع پر جوڑے کے ساتھ ایک کُلاہ اور لُنگی بھی دینی ہے۔ یہاں تو یہ چیزیں ملتی ہی نہیں۔ اس لئے کہ پنجابی معاشرت کا جزو ہیں۔ مگر امرتسر میں کپڑا اچھا ملتا ہے۔ مہربانی فرما کر ایک خوشنما زریں کُلاہ اور ایک لُنگی جس کا رنگ گلابی یا شربتی ہو۔ خرید کر مجھے فوراً روانہ کر دیجیے کل کے خطوں سے معلوم ہوا کہ شادی غالباً ۱۲؍ جون تک ہوگی۔ امرتسر یہ خط ۱۴؍ جون کو پہنچے گا۔ ۱۵؍ کو روانہ کر دیجیے تاکہ مجھے ۱۶؍ تک یہاں یہ چیزیں یقیناً مل جائیں اور کوئی تشویش باقی نہ رہے۔ کُلاہ اور لُنگی کی قیمت جو کچھ ہوگی میں یہاں سے بھیجدوں گا۔ مجھے صحیح یا غلط کچھ اندازہ قیمت کا نہیں

[1] شاگردِ سیماب رام جوایا خنداں جہلمی۔

ورنہ پیشگی بھیج دینا۔ لنگی کُلاہ پر باندھی جاتی ہے۔ اُمید کہ آپ اس تکلیف کو گوارا فرمائیں گے۔ آپ کی بیاض انشاءاللہ میں اپنے ساتھ لاؤں گا اور چنیوٹ میں ضرور دے دوں گا۔ دعوت نامہ ملنے کے بعد آپ بھی روانگی کی تیاری کریں (چنیوٹ کو ٹرین لاہور اسٹیشن سے لائل پور لائن سے وایا چک جھمرہ جاتی ہے)

ضیا صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ وہ امرتسر نہیں گئے۔

سیماب اکبرآبادی

۔۴۲۔

آگرہ ۔ ۱۴ جون ۱۹۳۳ء

محبی تسلیم ۔ ابھی ابھی ضیا صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ وہ امرتسر آرہے ہیں اور آپ سے ملیں گے۔ اُن سے کُلاہ اور لُنگی کا ذکر نہ کیجیے۔ اور انہیں کسی ہندوستانی درزی کی دوکان پر لے جاکر اُن کی "شیروانی" کا ناپ لے لیجیے۔ وہ کہیں کہ کیوں؟ تو کہہ دیجیے مولانا نے آگرے طلب کیا ہے۔ چونکہ چنیوٹ میں شیروانی کا رواج نہیں۔ اس لیے وہاں ناپ لینا دشوار تھا امرتسر میں ممکن ہے یہ ناپ بواپسی ڈاک پوری تفصیل کے ساتھ مجھے بھیج دیجیے گردن، سینہ، آستین، سب کا ناپ ٹھیک ہونا چاہیئے۔ کُلاہ اور لُنگی کا ذکر ہرگز نہ کیجیے اور ذرا جلد بھیج دیجیے۔

سیماب اکبرآبادی

۔۴۳۔

آگرہ ۱۹ جون ۱۹۳۳ء

محبی دعا بے حد اور بے پایاں مسرت ہے کہ آپ بی اے میں کامیاب ہو گئے ۔ میری طرف سے دلی مبارکباد قبول فرمایئے۔ فرمایئے، ایم اے

کرنے کا ارادہ ہے یا کچھ اور؟ صاحب، کُلاہ زرّین ضیا صاحب کے سر کے لئے چاہیئے، معمولی انسانوں کا سا مرہے۔ لُنگی سوتی مگر رنگین گلابی یا شربتی رنگ کی ہونی چاہیئے، قسم میں جانتا نہیں۔ جو اچھی ہو وہی بھیج دیجئے۔ ابھی تک تاریخ عقد کا تعین نہیں ہوا ہے۔ ذرا جلدی کیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ میں چنیوٹ پہنچ جاؤں اور کُلاہ و لُنگی آگرے پہنچ جائے۔ امروز و فردا میں تاریخ عقد کی اطلاع آنے والی ہے۔ ایسا ہی ضروری کام ہے کہ آپ کو لکھ رہا ہوں۔ پشاور جانے سے پہلے اس کی تکمیل کرتے جایئے۔ اگر آپ اس کی تعمیل ابھی نہ کر سکیں تو مجھے آج ہی جواب دے دیں تاکہ میں کچھ اور انتظام کروں۔

سیماب اکبرآبادی

-۴۴-

چنیوٹ ۲۸ جون ۱۹۳۳ء

ضیا صاحب سلام شوق۔ آپ پشاور[1] سے واپس آگئے ہوں گے کُلاہ اور لُنگی کا آگرے انتظار کرتے کرتے آخر یہاں چلا آیا ہوں۔ چنیوٹ آپ کو یکم جولائی تک ضرور پہنچ جانا چاہیئے۔ کُلاہ اور لُنگی اگر روانہ نہ کی ہو تو اپنے ہمراہ لیتے آیئے۔ سہرا ابھی کہنا ضروری ہے۔ دعوت نامہ پہنچ گیا ہوگا چنیوٹ آنے کے متعلق کوئی عذر پذیرا نہ ہوگا اور اگر آپ نہ آئے تو اس کا انتقام آپ کی شادی پر لیا جائیگا۔ ضیا صاحب سلام کہتے ہیں۔ اپنے آنے سے پہلے تار دے دیجئے۔ تار کا پتہ یہ کافی ہے۔ محمد صادق ضیا محلہ کلکلتی چنیوٹ۔

آپ کا منتظر۔ سیماب اکبرآبادی

[1] ضیا کی سب سے بڑی بہن پدماوتی (ف ۱۹۳۹) زوجہ نرنجن داس ہادیہ پشاور شہر میں بیاہی گئی تھیں اُن کے لڑکے کی شدید بیماری میں ضیا پشاور گئے تھے۔

-۴۵-

آگرہ - ۲۲ر جولائی ۱۹۳۳ء

عزیزی دعا - مجھے ضیا صاحب کی شادی کے سلسلے میں چنیوٹ بہت عرصہ تک ٹھہرنا پڑا - پرسوں آیا ہوں - ڈاک کا انبار لگا ہوا ہے - ذرا اس سے فرصت ملے تو آپ کو مفصل خط لکھوں - آپ کے شریک نہ ہونے سے بڑی بے لطفی رہی - آخر وہ وجوہ کیا تھے ؟

بیاض مع دیباچہ عنقریب آپ کے پاس پہنچے گی مطمئن رہیں - دو چار روز میں انشاء اللہ سب کام روبراہ ہو جائیں گے - دیوبند[1] میں کب تک قیام کا ارادہ ہے - کیا تعطیلات میں آگرے آنے کا کوئی پروگرام نہیں ہے ؟
۱۳ر اگست کو سیماب لٹریری سوسائٹی کا ششماہی جلسہ ہے - کیا آپ شریک ہو سکیں گے -

اب آپ کی شادی میں کیا دیر ہے - کیا مجھے والد صاحب سے تحریک کرنے کی ضرورت ہو گی ؟

اپنی خیریت اور جواب خط سے اطلاع دیجیے -

(خط نمبر ۶۸ صفحہ ۵۶ پر دیکھیے) سیماب اکبر آبادی

-۴۶-

آگرہ - ۲ر اکتوبر ۱۹۳۳ء

عزیزی ضیا صاحب دعا - آپ کے والد محترم کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ بیمار ہیں - اس سے پہلے خط میں آپ نے مجھے اپنی علالت کی کوئی اطلاع

---

[1] ضیا کے والد جوگندر نگر سے فارغ ہو کر دیوبند (یو پی) آگئے تھے جہاں انہیں شوگر مل میں سول انجینیر کے عہدے پر رکھ لیا گیا تھا ۔

نہیں دی۔ خدا آپ کو صحت و تندرستی عطا فرمائے۔ تداخل فصلین کا سبب ہے تردد کی کوئی بات نہیں۔ کھانے پینے اور سونے میں احتیاط کیجئے۔ مرغن چیزیں نہ کھایئے اور اندر سوئیے۔ انشاء اللہ آپ بہت جلد اچھے ہو جائیں گے

میں گورداسپور گیا تھا۔ واپسی میں امرتسر اسٹیشن پر افضل صاحب سے ملاقات ہو گئی۔ وہ کہتے تھے کہ آپ امرتسر آ رہے ہیں یا آ چکے ہیں۔ بہر حال آپ کی خیریت کا خواہاں ہوں۔ اپنے ہاتھ سے خط لکھ کر مطمئن فرمایئے۔ امرتسر میں ۸ / اکتوبر کو کوئی مشاعرہ ہے۔ افضل صاحب مجبور کر رہے تھے مگر آپ بیمار ہیں اس لئے میں امرتسر نہ جاؤں گا۔

(سیماب اکبر آبادی)

-۴۸-

آگرہ - ۱۱ / اکتوبر ۱۹۳۳ء

عزیزی دعا۔ کارڈ پہنچا۔ خدا آپ کو جلد صحت عطا فرمایئے جب آپ لاہور جائیں تو یہاں اطلاع ضرور دے دیں تاکہ ترسیل رسل و رسائل میں آسانی ہو۔

دیباچے اور تعارف کے متعلق آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں ضرور کہئے آپ کی اب کوئی نظم میرے پاس نہیں ہے جتنی نظمیں محفوظ تھیں وہ سب آپ کے مجموعے کے ساتھ واپس کر چکا ہوں۔

کیا آپ میرٹھ یا کاندھلے کے کسی اجتماع میں شریک ہو سکیں گے؟ کم از کم آب و ہوا بدلنے ہی کے لئے سہی۔ دعوت نامے پہنچ گئے ہوں گے اپنے مجموعے کے متعلق آخری مرتبہ آپ کو اور یاد دلاتا ہوں۔ اس کے بعد خاموش ہو جاؤں گا اور اکتوبر کے بعد غالباً گنجائشِ وقت بھی باقی نہ

رہے گی۔ اب والد صاحب کی طبیعت کیسی ہے۔ اُن سے میرا سلام کہہ دیجیے۔

دُعاگو
سیماب اکبرآبادی

-۴۶-

آگرہ۔ ۱۸ ستمبر ۱۹۳۳ء

ضیاؔ صاحب دُعا۔ آپ کا خط ملا۔ خیالات کا علم ہوا۔ میری جماعت میں بعض افراد ایسے بھی ہیں جو اپنے دوسرے ہم جماعت طلباء کا فروغ نہیں چاہتے۔ آپ کی دلشکنی کا بھی وہی باعث ہیں۔ اسی لئے میں اکثر آپ سے کہا کرتا ہوں کہ آپ لوگوں کے کہنے سننے میں نہ آئیں اور جو شبہ ہو اُس کی تصحیح براہ راست مجھ سے کر لیا کریں۔

اگر آپ اس سے پہلے اپنی کوئی بیاض میرے سامنے اظہار رائے کے لئے پیش کرتے تو یقیناً مجھے کوئی عذر نہ ہوتا۔ اس لئے کہ آپ کے ذوق و شوق اور سعادت مندی کا مجھے ہمیشہ اعتراف رہا ہے۔ اب کہ آپ میری رائے حاصل کرنے کے لئے مُصر ہیں۔ میں چند سطریں بعنوان "تعارف" بھیج رہا ہوں۔ انہیں دیباچے کے بعد یا پہلے اپنے مجموعہ میں شریک کر دیجئے۔ میری رائے میں دیباچے کے بعد ہی مناسب ہوگا۔ اور آپ جو کچھ لکھوانا چاہیں لکھ دوں میرا وعدہ ہے۔ کہ آیندہ جب آپ کا کلام شائع ہوگا تو اس کا دیباچہ میرے ہی قلم سے لکھا جائے گا۔ اب تو آپ خوش ہیں۔

مُدّت ہوئی کہ نہ کوئی نظم ہے نہ کوئی غزل ہے۔ آخر یہ لاپروائی کیوں؟ ہاں صاحب میں نے خصوصیت کے ساتھ آپ کی اعانت پر بھروسہ کرتے ہوئے کتاب حوالۂ کاتب کر دی ہے۔ مگر آپ کی خاموشی

ختم ہی نہیں ہوتی۔ خدا خدا کر کے اب خط آیا ہے۔ دوسرے احباب اور تلامذہ بھی بقدر حیثیت حصّہ لے رہے ہیں۔ میں اُن کا ممنون ہوں اور آپ کی اعانت کا شب و روز منتظر۔ اس لئے کہ تعویق و تاخیر سے نظام کار منتشر ہونے کا اندیشہ ہے۔ سرمایہ بمقدار اندازہ جمع ہو جائے تو طبیعت یکسو ہو کر تکمیل کار کی طرف متوجہ ہو۔ ذرا جلد توجہ فرمائیے۔ یہ غالباً آخری تکلیف ہے جو میں اپنے تلامذہ یا احباب کو دے رہا ہوں۔ بار بار لکھتے ہوئے شرم سی محسوس ہوتی ہے اگر آپ میری اعانت کو اپنا فرض سمجھتے ہیں تو اُسے ادا کر کے سبکدوش ہو جائیے۔

دعاگو سیماب اکبر آبادی

"تعارف"

عزیزی مہر لال سونی ضیا فتح آبادی، امرتسر کے ایک شریف و نجیب اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ میرے شاگرد ہیں اور بی اے (آنرس) کی قابلِ رشک سند پنجاب یونی ورسٹی سے حاصل کر چکے ہیں۔

زمانۂ مشق میں میں نے انہیں ہمیشہ ترقی کی طرف مائل دیکھا۔ ان کے افکار و خیالات میں ترقی کا ایک ممتاز جذبہ موجود پایا۔ پُرخلوص خدمت سے مضبوط عقیدت سے، اور مسلسل توجہ سے ضیا صاحب نے میری نگاہ میں اپنے عہدِ طلب و زمانۂ ذوق کو خوشگوار اور خوش آیند ثابت کیا ہے۔ خدا ان کی عمر اور ان کے ذوق میں برکت عطا فرمائے۔

گو ضیا صاحب کا میرے تلامذہ کی فہرست میں اولیاتی درجہ نہیں ہے۔ تاہم مجھے اعتراف ہے کہ وہ اپنے بعض برادرانِ پیشیں اور بعض خواجہ تاشانِ آخریں سے زیادہ علم دوست، مستعد، ذاکر اور صاحبِ ذوق ہیں۔ اُن میں

تلاش و تفحّص کا مادہ بہت زیادہ ہے اور اسی میں اُن کی ترقی کا راز مُضمر ہے۔
ضیا صاحب "آگرہ اسکول" کے اُن ہونہار طالب علموں میں سے ہیں جن سے اس اسکول کی شہرت و اہمیت کو فروغ پہنچنے کا امکان ہے۔ مجھے اُن کا اور اُن کی شاعری کا مستقبل بہت شاندار نظر آتا ہے اور میں یقین کرتا ہوں کہ اُن کا ذہن و دماغ آگے چل کر ادبیات مشرق میں بعض ایسی درخشانیوں کا اضافہ کر سکے گا جنہیں ہندوستان رشک و قدر کی نگاہ سے دیکھے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ

قصر الادب آگرہ
۱۸ ستمبر ۱۹۳۳ء

سیماب صدیقی الوارثی
اکبر آبادی

-۴۹-

آگرہ - یکم نومبر ۱۹۳۳ء

ضیا صاحب دُعا۔ خط ملا۔ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ میں اپنے تلامذہ کی ترقی و تعمیر میں ہمیشہ اپنی ہستی صرف کرتا رہا ہوں۔ پھر جو لوگ خود رائی و خود اعتمادی کے علی الرغم اپنی روش کار ACTIVITIES کو مجھ سے مخفی رکھتے ہیں میں نہیں سمجھتا کہ وہ کہاں تک میری نگاہ میں قابلِ اعتماد اور شایانِ اعتبار ہو سکتے ہیں۔

مجھے آپ اپنی علالت و بدمزگی کی اطلاع دے کر خاموش ہو گئے اور ... نے خدا جانے آپ کو کس کچے گھڑے کی پلادی کہ آپ اُن کی ہر صدا پر لبیک کہنے لگے۔ جب میں میرٹھ گیا تو میں نے اپنی آنکھوں سے آپ کا وہ کارڈ دیکھا جس میں آپ نے "تعارف" کی ترسیل کے متعلق اُن سے تاکید کی تھی۔ اُسی میں قطعات کی طباعت کا بھی ذکر تھا۔ فطری طور پر مجھے ... سے دریافت

کرنا چاہئے تھا اور مجبوراً انہیں تمام باتیں مجھ پر ظاہر کر دینی تھیں۔ چنانچہ مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ کیا کر رہے ہیں اور کیا ہو رہا ہے۔ اس کے بعد میرا ارادہ ہرگز نہ تھا کہ میں آپ کو کوئی خط لکھوں۔ میں حیران تھا کہ آپ جیسا پُر خلوص و عقیدت مند شاگرد بھی اپنے اُستاد سے، ایسے اُستاد سے جو ہمیشہ ترقی خواہ اور دل نواز ثابت ہوا ہو، اپنی کوئی بات چھپا سکتا ہے۔ آپ کی تمام نظمیں و قطعات دیکھنے اور نظر ثانی کر لینے کے بعد میں نے آپ کو صاف الفاظ میں لکھ دیا تھا کہ آپ انہیں بے تکلف چھپوا سکتے ہیں (میرا خط دیکھئے) اب کسی سے مشورے اور رائے لینے کی ضرورت نہیں۔" البتہ یہ نہیں لکھا تھا کہ ان کی طباعت ساغر پریس[1] ہی میں ہونی چاہئے۔ اگر آپ کا ایسا ارادہ تھا تو مجھے لکھنے میں چنداں حرج و نقصان نہ تھا۔ کوئی بات پوشیدہ تو رہتی نہیں (کیا قطعات کی اشاعت کے بعد بھی امکانِ علم نہ تھا۔ مگر قطعات کا چھپوانا اور نظموں کو روک دینا، جس رائے کے ماتحت ہوا۔ وہ حقیقتاً میری خواہش کے خلاف ہے...... صاحب نہیں چاہتے اور ہرگز نہیں چاہتے کہ اُن کی زندگی میں میرا کوئی شاگرد شہرت و ترقی حاصل کرے۔ اکثر سادہ لوح حضرات اُن کی باتوں میں آجاتے ہیں اور نقصان اُٹھاتے ہیں مگر میں ہمیشہ اس کوشش میں رہتا ہوں کہ اُن کا یہ طلسم ٹوٹتا رہے۔

مجھ سے زیادہ یہ ...... صاحب آپ کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔ وہ تو خود میرے سخت محتاج ہیں۔ ورنہ اب تک میری شاگردی کی زنجیریں توڑ کر آزاد ہو چکے ہوتے۔

---

[1] ساغر نظامی نے دورانِ قیام میرٹھ ایک ہینڈ پریس قائم کر لیا تھا۔ ادبی مرکز ساغر پریس کے نام سے "بادۂ مشرق" وہیں چھپا۔

خیر آپ نے یہ خط لکھ کر میرے دل کو ایک حزنک شاک کردیا۔ میری اجازت ہی نہیں دلی تمنا ہے کہ آپ قطعات چھپوائیں اور شائع کریں۔ بلکہ نظمیں بھی ضرور شائع ہونی چاہئیں۔ "طلوع" کے بعد "مہرِ نیمروز" اُن کا نام بہتر ہوگا۔ گویہ غالب مرحوم کی ایک کتاب کا نام ہے۔ مگر وہ کتاب اب کتمِ عدم میں ہے اور کوئی اُس سے واقف بھی نہیں۔ "تعارف" جو آپ نے ساغر صاحب سے لکھوایا ہے اُسے بغور لفظاً لفظاً پڑھ لیجیے اور اچھی طرح دیکھ لیجیے اُس میں کوئی ایسی بات نہ ہو جو آپ کے مستقبل کے لئے خطرناک ہو۔

کاندھلے کے مشاعرے کی غزل شریکِ مشاعرہ کردی گئی ہے۔ آپ کا یہ خط مجھے یہاں آنے کے بعد ملا ہے۔ ضیا صاحب کاندھلوی نے بند لفافہ میں بند کرکے بھیجا ہے۔ کہیں کھولا نہیں گیا۔ اطمینان رکھیے۔ اگر آپ اس خط کو محفوظ نہ رکھ سکیں تو پھاڑ ڈالیے کیونکہ اس میں جو باتیں لکھی ہیں وہ صرف آپ کے علم میں لانے کے لئے ہیں کسی نزاع کی تخلیق کے لئے نہیں ہیں اور میں تو اس قدر بلند ضمیر ہوں کہ جو کچھ کہہ رہا ہوں وہی علی رؤس الاشہاد کہنے کو بھی تیار ہوں۔

"کارِ امروز" لکھا جارہا ہے اور چھپ بھی رہا ہے۔ اگر آپ اب بھی اپنا وعدہ پورا کردیں تو وقت باقی ہے۔

میں ١٠ نومبر کو آٹھ دس روز کے لئے باہر جارہا ہوں۔ اس لئے آپ جو کچھ بھی بھیجیں اس سے قبل ہی بھیجدیں۔ میں بہرحال آپ کا (مخلص) خادم اور ترقی خواہ ہوں

دعا گو
سیماب اکبرآبادی

-۵۰-

آگرہ ۱۰؍جنوری ۱۹۳۴ء

ضیا صاحب - آپ کی مستقل خاموشی کا میں آپ سے جواب لینا چاہتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ آپ نے "مطلوع" کا ایک نسخہ بھی میرے پاس کیوں نہ بھیجا؟ جبکہ اُس کے نسخے تمام زمانے میں تقسیم ہو رہے ہیں۔

میں آپ کو اس کی اشاعت کی اجازت دے چکا تھا مگر اُس خط کے بعد پھر آپ کا کوئی خط مجھے نہیں ملا۔

آپ افکار و خیال کی جس منزل پر ہیں مجھے اس کا علم ہو جانا چاہیئے تاکہ میں آپ کے مقام کا خیال رکھتے ہوئے آپ کا تصوّر کروں۔

دعا گو۔ سیماب اکبر آبادی

-۵۱-

قصر الادب آگرہ
۲۷؍جنوری ۱۹۳۴ء

محبّی جناب ضیا صاحب۔ سلام عافیت - گذشتہ چھ ماہ سے "کارِ امروز" کی کتابت و طباعت کے انتظامات میں کچھ ایسا مصروف رہا کہ آپ کو جلد جلد خط نہ لکھ سکا۔ آپ یہ سمجھے کہ میں ناراض ہوں لیکن آپ کا جب کوئی خط آیا۔ میں نے جواب ضرور دیا۔ "کارِ امروز" بظاہر ایک چھوٹا سا کام معلوم ہوتا تھا لیکن چھیڑ دینے کے بعد اس کی اہمیت و قیمت کا پتہ چلا۔ روپیہ کی کمی اکثر حائل کار رہی لیکن کسی نہ کسی طرح اس مرحلے کو آخری منزل تک لے آیا ہوں۔ اب صرف ۳ جزو کی طباعت باقی ہے اور سرمائے کا فقدان۔ لیکن خدا پر متوکل ہوں۔ جس نے ۱۳ اجزو نکال کرا دیے وہ ۳ جزو کی تکمیل

کا بھی ضامن ہے۔

یہ آپ سے کس نے کہہ دیا کہ آپ کے ذکر و فکر سے قصر الادب خالی ہے قصر الادب تو سنگ و خشت کی ایک چار دیواری کا نام ہے حقیقی قصر الادب میرا دل ہے۔ اس میں جسے باریابی ہو چکی وہ بھلایا نہیں جا سکتا۔ میں تکلف و نمود کا عادی نہیں۔ ممکن ہے کسی کے سامنے آپ کا ذکر نہ آیا ہو۔ لیکن دل میں آپ کی یاد ہر وقت موجود ہے۔ خصوصاً اس تقریب کے ساتھ کہ "کارِ امروز" کی ترتیب کی اطلاع دیتے ہوئے میں نے آپ سے کچھ کہا تھا اور آپ نے کچھ وعدہ کیا تھا۔ دوسرے احباب نے جن پر اعتبارِ خلوص کم تھا اپنے وعدے وفا کر دیئے مگر آپ کو زمانے نے تا ہنوز فرصت نہ دی۔ میں اس صورت سے آپ کو یاد کیوں نہ کرتا؟

"طلوع" کا ایک نسخہ آپ کا بھیجا ہوا مجھے مل گیا ہے۔ یہ آپ کی پہلی تصنیف ہے۔ اس لئے میری دلی مبارکباد قبول فرمائیے۔ خدا کی قسم جب میں اپنے وابستگانِ دامن کو ترقی کے راستے میں ایک قدم بھی آگے بڑھتا ہوا دیکھتا ہوں تو میری مسرت کی کوئی حد نہیں رہتی۔ اگر "طلوع" کا یہ نسخہ مجھے ذرا پہلے مل جاتا تو میں جنوری نمبر میں اس کا تعارف ضرور کرا دیتا۔ خیر اب فروری کے شاعر میں کچھ لکھوں گا۔ مگر "نظامِ اشاعت" کے اعلان سے مجھے کوئی مسرت نہ ہوگی۔ کیا آپ کا پتہ لکھ دوں؟

"کاروان" کے متعلق مجھ سے اکثر تلامذہ دریافت کرتے رہتے ہیں۔ آپ کا کیا ارادہ ہے کب تک اس کی اشاعت کی اُمید کی جائے۔ نظم بعد اصلاح حاضر ہے آئندہ خط و کتابت میں اتنی تاخیر کو راہ نہ دیجیے۔ اگر آپ اب بھی اپنا وعدۂ ہمدردی وفا کر دیں تو وقت ہے۔

دعاگو۔ سیماب اکبر آبادی

-۵۲-

آگرہ - ۱۳ مارچ ۱۹۳۷ء

سونی، تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ میں ایسی کون سی مصروفیتوں میں گھرا ہوا ہوں کہ خطوں کا جواب بھی نہیں دے سکتا۔ یہ احتساب مجھے پسند آیا۔ سنو۔ ۲۷ فروری کو تمہارا خط وصول ہوا تھا۔ میں ۵ ۲ فروری کو گوالیار کے جلسے میں شریک ہونے کے لئے آگرہ چھوڑ چکا تھا۔ ۲ مارچ کو وہاں سے واپس آیا اور ۳ مارچ کو آگرہ میں ایک مقامی مشاعرے کی صدارت کی۔ ۶ مارچ کو الٰہ آباد چلا گیا۔ وہاں سے لوٹا تو دو فرشتے سر پر سوار تھے جو کشاں کشاں ڈبائی لے گئے۔ ۱۰، ۱۱ مارچ کو وہاں رہا۔ کل ۱۲ مارچ کی صبح آگرے میں ہوئی اور آج غالباً ۱۳ مارچ ہے۔ ۲۹ مارچ کو بمبئی جانا ہے۔ "بزمِ خیال" والے نہیں مانتے۔ میں ضعیف نہ بننے کی کتنی ہی کوشش کروں لیکن یہ حقیقت ہے کہ پچاس سال سے متجاوز ہو چکا ہوں۔ قویٰ رفتہ رفتہ جواب دے رہے ہیں۔ اضمحلال، کاہلی، کسلمندی، ناتوانی، ایک مصیبت ہو تو بتاؤں۔ مگر دنیا مجھے ہنوز جوان سمجھتی ہے اور کھینچے کھینچے پھرتی ہے۔

"کارِ امروز" کے سولہ جزو چھپے رکھے ہیں۔ ہنوز ٹائیٹل چھپنا باقی ہے تصویر بھی ابھی نہیں چھپی ہے۔ "کارِ امروز" کی ڈائی بمبئی سے اور تصویر کا بلاک کلکتے سے آ چکا ہے۔ مگر سرمایہ ختم ہے۔ پانچسو چھپن روپیہ ۶ کاغذ کی صورت میں لپٹے ہوئے پڑے ہیں۔

"شاعر" کی اشاعت بھی ملتوی ہے۔ یعنی فروری اور مارچ کا شاعر لکھا رکھا ہے لیکن مشاعرہ نمبر نے بہت نقصان دیا۔ "شاعر" کے لئے کاغذ

خبر بنا ہے۔ اتنی مصیبتوں میں میری ایک جان ہے۔ منظر اکتوبر ۱۹۳۳ء سے علیحدہ[1] ہو گئے ہیں۔ نہ کوئی ہمدرد ہے۔ نہ کوئی مشیر کار ہے۔ ضیا صاحب چنیوٹی نے بہت ہمت افزائی کی مگر کہاں تک۔ اُن کا بھی زمانۂ تعلیم ہے۔ پھر وہ خود مختار نہیں۔ تمام ذمہ داریاں تنہا مجھ پر ہیں۔ ایسی حالت میں دل و دماغ کا توازن مشکل ہو جاتا ہے۔ تاہم جلد یا بدیر آپ کے ہر ارشاد کی تکمیل کرتا رہتا ہوں اور کروں گا۔ میری طرف سے اگر جواب میں تاخیر ہو تو سمجھ لیا کیجیے کہ میں پریشان ہوں، غافل نہیں۔

طلوع کا ریویو کر دیا گیا ہے۔ کچھ جلدیں مجھے بھیج دیجیے۔ اشتہار بھی دے دوں گا... طلوع پر انفرادی آرا کا میں قائل نہیں بہ حیثیت مجموعی قطعات اچھے ہیں۔ جن میں واقعی شاعری کم اور رسادگی زیادہ ہے تو یہ اپنا اپنا مذاق طبیعت ہے۔ ایک چیز پر مختلف زاویہ ہائے نگاہ سے جب متعدد تنقیدیں ہوں تو اُن سے کوئی خاص نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔ کام کیے جائیے۔ آوازوں سے متاثر ہونے کی ضرورت نہیں، مستعد ہونے کی ضرورت ہے۔ ضیا صاحب ضرورتاً کلکتے گئے ہوئے ہیں۔ امروز و فردا میں آئیں گے تو آپ کا کارڈ انھیں دے دوں گا۔ اُن کے امتحان ۲ ؍ اپریل سے شروع ہو رہے ہیں۔ خدا آپ کو اور انھیں دونوں کو کامیاب کرے۔ یہ خط قطعاً ذاتی ہے۔ آپ کو اپنا پُر خلوص، ہمدرد اور معاون کار سمجھ کر ذاتی

---

[1] دراصل منظر کو الگ کر دیا گیا تھا اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ ایک فرمان (جو شاعر شمارہ مئی و جون ۱۹۳۵ء میں چھپا) کے مطابق سیماب نے اپنے تلامذہ کو تنبیہ کر دی تھی کہ وہ منظر سے کوئی تعلق نہ رکھیں۔ دیکھو خط نمبر ۶۵ صفحہ ۷۸ پر۔

پریشانیوں کا سبب لکھ دیا ہے۔ دعا کیجیے کہ خدا ان پریشانیوں کو ختم کر دے اور میں آپ کی خدمت کے لئے باقی رہوں۔ آپ کا سچا ترقی خواہ

سیماب اکبر آبادی

-۵۳-

قصر الادب۔ آگرہ

۱۷/ اپریل ۳۴ء

ضیا صاحب دعا۔ شاید آج کل آپ بھی امتحان دینے میں مصروف ہیں "شاعر" پہونچ گیا ہوگا۔ طلوع پر ریویو پڑھا؟ طلوع کا اشتہار دیکھا؟ میں نے لکھا تھا کہ طلوع کی ۲۰ - ۲۵ جلدیں بھیج دیجیے مگر آپ خاموش ہو گئے بہت اچھا کیا اگر کوئی فرمائش آئی تو براہِ راست آپ کو بھیج دوں گا۔

"ادبی دنیا" کی زیارت مدت سے نہیں ہوئی۔ خدا جانے کیا رنگ ہے۔ جو رسالہ میرے پاس نہیں آتا، اُس میں اپنا کلام کیا بھیجوں۔ لیکن اگر آپ وعدہ کر چکے ہوں تو لکھیے کچھ بھیج دوں گا۔ امرتسر جانے کا کب ارادہ ہے۔ اب کے تعطیلات کا کیا پروگرام ہے؟ اپنی خیریت اور کوائف متعلقہ سے اطلاع دیجیے۔ غزلیں بعد اصلاح واپس ہیں۔ معیاری اشعار پر غور فرمایئے۔

دعاگو۔ سیماب اکبر آبادی

-۵۴-

قصر الادب۔ آگرہ

۲۴/ اپریل ۳۴ء

سونی صاحب خط ملا۔ میں آپ کی ذہنیت تازہ سے صرف آج ہی آگاہ ہوا ہوں۔ اپنی کتاب کے ریویو میں آپ اپنے استاد سے اور کس

چیز کے متوقع تھے ۔ طلوع میں صرف چند قطعات ہیں۔ اور حسن کار[۱] میں سات مختلف موضوعات پر مفصل بحث۔ "طلوع" کا ریویو "شاعر" سے زیادہ طویل کسی اخبار نے کیا ہو تو اُس کا کٹنگ مجھے بھیج دیجیے۔ اور حسن کار کا ریویو فرشتہ، ساقی ۔ نگار وغیرہ میں دیکھیے ۔ یہ نتیجہ ہے آپ کی اس خود رائی کا کہ آپ نے میری مرضی کے خلاف اور میری استصواب کے بغیر صرف قطعات شائع کر دیے۔ تاہم مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کا "اُستاد" ہوا شاگرد نہ ہوا۔ ورنہ ریویو میں حق عقیدت ادا کرنے کا موقع مل جاتا ۔

"سادگی" اور "شاعری" کا جو مفہوم میں نے لیا اُسے آپ ابھی سمجھ نہیں سکتے ۔ "سادگی" سے میری مراد حقیقت نگاری تھی اور شاعری سے تصنع میں کیا ہر شخص حقیقت کو صنعت پر ترجیح دیتا ہے ۔

اللہ اللہ "حسن کار" کے اشتہار کی تقدیم بھی آپ کو کھٹک گئی۔ اگر طلوع کا اشتہار پہلے درج ہو جاتا تو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں ضیا صاحب چنیوٹی کو ذرا سا بھی خیال نہ ہوتا۔ "شاعر" کی کتابت متھرا میں ہوئی تھی ۔ دونوں اشتہار بھیج دیے گئے تھے کہ جہاں جگہ ہو لکھ دیے جائیں۔ کاتب صاحب نے جہاں مناسب سمجھا لکھ دیا۔ اب کے تاکید کر دی جائے گی کہ طلوع کا اشتہار پہلے لکھا جائے آپ نے یہ خط ضیا بن کر نہیں لکھا۔ بلکہ محض ایک طالب علم کی حیثیت سے لکھا ہے ۔ حالانکہ میرے تعلقات ضیا صاحب سونی سے ہیں۔ جہر لال بی اے سے نہیں ہیں ۔

یہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا کہ آپ کی غزل اور نظم سب سے پہلے دفتر میں پہنچتی ہے ۔ میں نے اسی قسم کی ذہنیتوں سے متاثر ہو کر تخلص کے ساتھ حروف

---

[۱] محمد صادق ضیا چنیوٹی کی تصنیف

تہجیّ کا التزام کردیا ہے مگر اب بھی آپ کو شکایت ہے۔ کیا کوشش کی جائے کہ دُنیا کے تمام شعرا اپنے تخلّص کا حرفِ اوّل الف سے ص تک نہ رکھیں؟ اگر آپ کو یقین ہے کہ طلوع پر ریویو ناکامیاب ہے تو طلوع کی جلدیں نہ بھیجیے۔ مجھے چنداں ضرورت بھی نہیں اور آیندہ مجھے ایسا طالب علمانہ خط بھی نہ لکھئے۔

شاعر آپ کو ضرور بھیجا گیا ہے۔ اگر آپ کو نہ ملے تو اس کا ذمہ دار دفتر نہیں ہو سکتا۔ آپ کو تو میرا وہ خط بھی نہیں ملا جس میں طلوع کی کاپیاں طلب کی گئی تھیں۔ مگر میں جانتا ہوں کہ یہ تمام باتیں میری اس ایک بات کا انتقامی جواب ہیں کہ "طلوع" کی پہلی کاپی کی وصولیابی سے میں نے انکار کر دیا تھا مگر میں اب بھی کہتا ہوں کہ مجھے طلوع کی کوئی کاپی اُس وقت تک نہیں ملی تھی۔ آپ انتقام لئے جائیے۔

سیمابؔ اکبرآبادی

-۵۵-

آگرہ۔ ۲۷ر اپریل ۳۴ء

ضیاؔ صاحب، یہ آپ کی دوسری غلطی ہے جسے میں نظر انداز کر رہا ہوں۔ میں بھی ہر شخص کے دل کی صحیح حالت و کیفیت ہی معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ البتہ اگر وہ خود نہیں بتاتا تو میں اپنی بصیرت سے اندازہ کر لیتا ہوں۔ حُسن کار کی حقیقت یہ ہے کہ وہ چند مکمل اور دلچسپ مضامین کا مجموعہ ہے اور طلوع کی حقیقت یہ ہے کہ وہ کُل سے منقطع ایک جزو معلوم ہوتا ہے۔ اگر یہی قطعات نظموں اور غزلوں کے ساتھ شائع ہوتے تو ان کا اثر کچھ اور ہوتا۔ مگر آپ کے مشیران کار نے آپ کو گمراہ کر دیا اور آپ نے میرے کہنے کی بھی پروا نہ کی۔ خیر اب مناسب یہی ہے کہ آپ اپنی نظمیں

اور غزلیں (یکجائی طور پر) ذرا بڑے سائز پر جلد شائع کر دیں۔ "کارِ امروز" اور "بانگ درا" کا ایک ہی سائز ہے۔ اسی سائز پر شائع کیجئے اور دیباچہ کسی ایسے بی اے یا ایم اے سے لکھوائیے جو آپ کو جانتا ہو اور ادب اُردو کے ذوق سے بہرہ مند ہو۔ اس مجموعے کی اشاعت کے بعد آپ معلوم کر سکیں گے کہ پبلک کی رائے آپ کے متعلق کیا ہے؟ محض چند قطعات شائع کر کے رائے عامہ کا اندازہ کرنا غلط اور قبل از وقت ہے۔

آپ ہر اچھا اور بُرا، صحیح اور غلط خیال میرے سامنے ظاہر کر سکتے ہیں لیکن حفظِ مراتب کے ساتھ، آپ کے گزشتہ خط سے واقعی میں نے کوئی اچھا اثر نہیں لیا۔ اور گو آپ کی ذہنیت میرے خیال میں حاسدانہ ثابت نہ ہو سکی، تاہم جس چیز سے متاثر ہو کر آپ نے ایسا خط لکھا وہ بھی میرے نزدیک ناپسندیدہ ضرور تھی ایک اُستاد کے متعدد تلامذہ کو اپنی اپنی جگہ التفات و توجہ کا انتظار رہتا ہے۔ کہیں عقیدت بڑھ جاتی ہے کہیں توجہ۔ لیکن عشرت عقیدت کی شدت ہی میں ہے۔ میں کسی سے مطالبۂ عقیدت نہیں کرتا لیکن سعادت مند سب کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

امرتسر کب سے کب تک قیام رہے گا؟ دو چار روز کے لئے آگرے بھی آئیے۔ امتحان کیسے ہوئے۔

ترقی خواہ
سیماب اکبر آبادی

-۵۶-

آگرہ - ۹ مئی ۳۴ء

ضیا صاحب، آپ اپنا مجموعہ مرتب کیجئے۔ میں نام سوچ رہا ہوں۔ دیباچہ امرتسر کے کسی مشہور شاعر سے لکھوائیے تو اچھا ہو۔ جو آپ کو

جانتا ہو۔ بی اے اور ایم اے نہ ہو تو نہ سہی۔ ضیا صاحب بی اے ہونے والے ہیں۔ یہ آپ کے کلام کا دیباچہ اچھا لکھ سکتے ہیں۔ ورنہ پھر لاہور میں کوئی اچھا دیباچہ نگار مل سکتا ہے۔ بہر حال آپ مجموعہ مرتب تو کریں۔

"کارِ امروز" تیار ہو چکا ہے۔ یہاں ایک مجلسِ شوریٰ نے فیصلہ کیا ہے کہ میرا ہر شاگرد "کارِ امروز" کی ۵ جلدیں خریدے۔ ایک جلد کی قیمت للعہ ہے۔ اس فیصلہ پر عملدرآمد ہو رہا ہے اور میں خوش ہوں کہ میرے مخلص تلامذہ نے کشادہ دلی کا ثبوت دیا ہے۔ آپ کی فطرت امتیاز چاہتی ہے۔ اس لئے میں نے آپ کو وہ رسمی خط نہیں بھجوایا۔ آج خود اپنے قلم سے لکھ رہا ہوں۔ جن لوگوں نے تکمیل "کارِ امروز" میں مجھے مدد دی تھی وہ بھی خریداروں میں شامل ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے۔ سُنا ہے کہ آپ جون میں[1] آگرے آ رہے ہیں؟

سیماب اکبرآبادی

-۵۷-

قصر الادب - آگرہ
۵ ار مئی ۱۹۳۴ء

ضیا صاحب دعا۔ غزلیں اور نظمیں بعد اصلاح واپس ہیں۔ "کارِ امروز" اتنی کم تعداد میں شائع نہیں ہوا ہے کہ وہ میری جماعت

---

[1] گرمیوں کی تعطیلات میں چند طلبا کے ساتھ ضیا بھی آگرے گئے۔ راستے میں دہلی میں مزارِ غالب دیکھا اور جب قصر الادب آگرہ پہنچے تو روزِ عید ہونے کی وجہ سے سیماب کے ساتھ سوئیاں کھانے میں شریک ہوئے۔ بعد میں تاج دیکھنے گئے۔

کے افراد تک تقسیم ہو کر رہ جائے۔ اسکیم یہ تھی کہ ہر شخص ۵ جلدیں منگوائیے ایک اپنے پاس رکھے اور ۴ اپنے احباب میں فروخت کردے۔ اس اسکیم پر عملدرآمد شروع ہو گیا ہے اور یہ اسکیم کامیاب ثابت ہو رہی ہے۔ زیادہ اچھا تھا کہ آپ بھی اس اسکیم کی پذیرائی کرتے۔

بات ایک ہی ہے۔ آپ کو ایک جلد بھیج رہا ہوں۔ یہ آپ ہی کے لئے ہے۔ اب اپنے حلقۂ احباب میں اس کی اشاعت کیجئے۔ مگر نتیجہ جلد نکلنا چاہیے۔

اپنے میگزین میں ایک اشتہار بنا کر ضرور لگا دیجئے۔ "ادبی دُنیا" کی اُجرتِ اشتہار ایک صفحے کیلئے کیا ہوگی۔ دریافت کرکے اطلاع دیجئے۔ ادبی دُنیا کی صحیح اشاعت اس وقت کیا ہے؟

ڈیڈی کیشن چھپ رہا ہے۔ اس کے بعد کتاب آپ کو بھیج دی جائیگی۔ چند روز صبر کیجئے۔

سیماب اکبرآبادی

-۵۸-

آگرہ - ۲۴ مئی ۳۴ء

محبّی ضیا صاحب۔ غزلیں اور نظمیں بعد اصلاح واپس ہیں۔

ادبی دُنیا کے لئے اپنی ایک تازہ غیر مطبوعہ نظم "ہندوستان" بھیج رہا ہوں۔ "ادبی دُنیا" میرے پاس بالالتزام آنا چاہیے۔ میں اس کے لئے آئندہ بھی کچھ نہ کچھ بھیجتا رہوں گا

"کارِ امروز" میں پھر تعویق ہو گئی ہے۔ ڈائی جو بمبئی سے بن کر آئی تھی یہاں اُسے کوئی نہیں چھاپ سکتا۔ یہ آگرہ ہے۔ اب دوسری ڈائی بنوائی

ہے ۔ سادہ جلد مجھے پسند نہیں، گو قریباً سو کتابیں سادہ ہی روانہ کی جا چکی ہیں مگر میں اس کے خلاف رہا ہوں ۔ بہر حال یہ کام بھی ہفتے عشرے میں ختم سمجھیے ۔ کالج کب تک کھلے رہیں گے؟ آپ کا مرسلہ پتہ درج رجسٹر کر لیا گیا ہے مگر مجلد کتاب کا وی۔پی للعہ میں ہوگا۔ ۸ر محصول کے اور لگیں گے شیخ[1] صاحب سے کہہ دیجیے ۔ البتہ غیر مجلد کتاب کا وی۔پی پورے چار روپے میں ہو سکتا ہے "شاعر" متھرا کتابت کے لئے بھیجا تھا۔کاتب صاحب بغیر اطلاع بھرتپور چلے گئے ۔ اب کسی کو متھرا بھیجوں تو پتہ چلے۔ انشاءاللہ جلد شائع ہوگا ۔

سیماب اکبرآبادی

-۵۹-

آگرہ - ۲۱ر جون ۳۴ء

عزیزی، ابھی کتاب کی تکمیل میں ایک ہفتہ اور باقی ہے مکمل ہوتے ہی بھیج دوں گا۔ ضیا صاحب کا نتیجۂ امتحان جون ۳۵ء میں نکلے گا۔ ادبی دنیا کا مجھے کوئی نمبر اب تک نہیں ملا۔ حالانکہ ایڈیٹر صاحب نے گزشتہ نمبر بھیجنے کا اپنے خط میں وعدہ فرمایا تھا۔ آپ آگرہ کب تک آرہے ہیں ؟ آپ کی شادی میں کیا دیر ہے اور مجموعہ نظمیات کب تک شائع ہوگا ؟
سیماب اکبرآبادی

-۶۰-

آگرہ، ۳ر ستمبر ۱۹۳۴ء

ضیا صاحب دعا۔ نظم اور غزل بعد اصلاح واپس ہے

---

[1] شیخ مقبول الٰہی جو کالج میں ضیا کے ہم جماعت تھے۔

دونوں چیزیں "ادبی دُنیا" میں بھیج دیجیے۔ "منبع" میں جو نظم آپ کی شائع ہوئی ہے کیا مجھے دکھا دی گئی تھی؟

مجھے معلوم نہیں آپ آگرے کب آ رہے ہیں۔ یہاں کی ہندو مسلم فضا ڈیڑھ ماہ سے ماؤف تھی۔ آخر کل تمام شہر میں فساد ہو گیا ہے۔ ہندو بھی کام آئے ہیں اور مسلمان بھی۔ تمام بازار بند ہیں۔ پولیس گارد جگہ جگہ متعین ہے ڈاک خانے اور بینک سب بند ہیں۔ اہلِ شہر دروازے بند کئے گھروں میں بند پڑے ہیں اور میں آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ خط کب پوسٹ ہو اور آپ کو کب ملے۔ بہر حال اگر آگرہ آنے کا ارادہ ہو تو سرِدست ملتوی کر دیجیے۔ میں امن و سکون کے بعد اطلاع دوں تو چلے آیئے۔ میری طبیعت اچھی نہیں ہے۔ دوا پی رہا تھا۔ اب اُس کا میسّر آنا بھی محال ہے۔ اپنی خیریت سے اطلاع دیجیے۔ "کارِ امروز" کی رسید ابھی تک نہیں پہنچی۔

سیماب اکبر آبادی

-۶۱-

آگرہ - ۱۳ر ستمبر ۱۹۳۴ء

ضیا صاحب، کارڈ پہنچا۔ میری یہ "خواہش" کہ آپ مجھ سے مل جائیں ""خدا کا حکم نہ تھی۔ جس کی تعمیل آپ پر فرض ہو جاتی۔

اثر[1] صاحب کے مضمون کے متعلق آپ کو اگر کچھ شبہات ہیں تو آپ انہیں سے براہِ راست خط و کتابت کیجیے۔ مجھے اس جھگڑے سے کوئی واسطہ نہیں۔ "ادبی دنیا" کے لئے کچھ لکھنے کی اب فرصت کہاں!

سیماب اکبر آبادی

[1] فضل الدین اثر اکبر آبادی وف ۱۹۴۴ء شاگردِ سیماب نے ساغر نظامی کی تصنیف "کہکشاں" کے مقدمے پر تنقید کی تھی۔

-۶۲-

آگرہ - ۸ ستمبر ۱۹۳۴ء

عزیزی ضیا صاحب - دُعا - کل آپ کا خط ملا۔ آج جواب لکھ رہا ہوں۔ ہندو مسلم فساد، ہندوستان کی ایک روایتی لعنت ہوتا جاتا ہے۔ تعلیم و تربیت اور تمدن و تہذیب کی ارزانی کے ساتھ جہل و نفاق اور تعصب و افتراق کی یہ فتنہ سامانی بہت زیادہ افسوسناک ہے۔ ہندو اور مسلمان ہندوستان کے دو ہاتھ یا دو آنکھیں ہیں۔ ان میں سے کسی کو علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ مسلمان اگر یہ چاہیں کہ ہندو ہندوستان چھوڑ دیں اور ہندو یہ چاہیں کہ مسلمان یہاں سے بوریہ بستر اُٹھالیں تو میں دونوں کو بے وقوف سمجھوں گا۔ اور سمجھتا ہوں۔ یہ تمام غلط سامانیاں سیاست و معاشرت اور مذہب کو ملا دینے سے پیدا ہوئی ہیں۔ اگر عقائد کو عمرانیت سے بالکل علیحدہ کر دیا جائے تو یقیناً یہ جھگڑے آج ختم ہو سکتے ہیں ——— جذبۂ رواداری نہ ہندوؤں میں ہے نہ مسلمانوں میں ——— نقصان دونوں کا ہو رہا ہے - اور پردے دونوں کی عقل پر پڑے ہوئے ہیں ——— حکومت کا نصب العین پورا ہو رہا ہے۔ اس کا نتیجہ وہی ہوگا جو ہونا چاہیے۔ آج پونے دو مہینے ہو گئے۔ حکومت نے یہاں کا معاملہ اپنے ہاتھ میں اسلئے نہیں لیا کہ مذہب میں مداخلت ہوتا ہے۔ دونوں قوموں میں دن رات جلسے ہو رہے ہیں۔ دن خاموش۔ راتیں خطرناک اور وقت تکلیف دہ گزر رہا ہے مگر اب خدا کا شکر ہے کہ بغیر CITY FATHERS کی جد و جہد کے ہندو اور مسلمان کچھ ہوش میں آئے ہیں۔ کل سے بازار کھل گئے ہیں راستوں میں آمد و رفت جاری ہو گئی ہے۔ یقین ہے کہ دو ایک روز میں بالکل امن و سکون ہو جائیگا۔ اہلِ شہر کو باہمی سمجھوتے

کے لئے دو روز کی مہلت دی تھی - یہ اسی کا نتیجہ ہے
بھائی چھ سات مہینے کس نے دیکھے ہیں - آپ اسی ہفتے آگرے آجائیے اب کوئی خدشہ یا اندیشہ نہیں ہے - اسٹیشن پر آپ کے برادران خواجہ تابش آپ کو لینے کے لئے پہنچ جائیں گے تاکہ گھر ملنے میں کوئی تکلیف نہ ہو -
میرے خطوط میں ایسی کوئی بات نہیں جو قابلِ اشاعت ہو، تاہم اگر آپ اُن کی اشاعت پر مصر ہوں تو بعدِ ترتیب پہلے مجھے دکھا لیں - کوثر نقوی بھی خطوط شائع کرنا چاہتے ہیں - میرے لئے وجہِ مسرت یہ ہے کہ آپ پہلے اپنا دیوان شائع کر دیں - آپ کی نظمیں بعد اصلاح واپس ہیں -
میں "ادبی دنیا" کے لئے ایک نئی نظم لکھنا چاہتا ہوں - انشاءاللہ آپ کے آنے سے پہلے لکھ لوں گا - نثر مضمون تیار ہے صاف ہو رہا ہے -
یہ خط پہنچنے کے بعد مجھے فوراً اطلاع دیجیے کہ آپ آگرے کس تاریخ تک پہنچ جائیں گے اور کس ٹرین سے آئیں گے - حتی الامکان ایسی ٹرین میں بیٹھیے جو یہاں دن کو پہنچتی ہو -
اثر صاحب اور ضیا صاحب سلام کہتے ہیں اور آپ کے منتظر ہیں منظر یہیں ہیں آپ آئیے تو ملاقات ہو جائے گی -
"کارِ امروز" آپ کو پسند آیا - یہ آپ کی محبت ہے -

دعاگو - سیماب اکبرآبادی

-۶۳-

آگرہ - ۵ / نومبر ۳۴ء

محبی ضیا صاحب - دُعا خط ملا - نظمیں بعد اصلاح واپس ہیں - ہندوستان والی نظم ادبی دنیا کے سالنامے میں دید بجیے "ادبی دنیا"

کے منصور[1] کوئی بہت مغرور آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ میں نے دو مضمون بھیجے تھے۔ دونوں واپس آ گئے۔ معیار ـــــ معیار خدا جانے ان لوگوں کی نگاہ میں کیا بلا ہے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کی تمیز نہیں۔ معیار دانی یعنی چہ! ساغر "نیا بجادی" ایک ہی پرانی نظم بیک وقت بھیج۔ نیرنگ خیال۔ ریاست اور "ادبی دنیا" میں بھیج دیتا ہے۔ سب شائع کر دیتے ہیں۔ اور ادبی دنیا بھی سب کے بعد شائع کر دیتا ہے۔ یہ ہے ادبی دنیا کا معیارِ اشاعت و مضامین!

منصور صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جو مضامین انہوں نے واپس کئے ہیں وہ دوسرے رسائل میں بالمعاوضہ لے لئے گئے ہیں اور منت و سماجت مستزاد۔ ان حالات میں میرا دل نہیں چاہتا کہ میں ادبی دنیا کے لئے کچھ بھیجوں۔ مگر آپ، کہ ذرا ذرا سی بات میں خودکشی کی دھمکی دینے کو تیار ہو جاتے ہیں، برابر مُصر ہیں۔ اس لئے ایک موضوع پر اپنی چند غیر مطبوعہ رباعیاں بھیجتا ہوں ادبی دنیا میں دیجیئے یا جو جی چاہے کیجیئے۔ ادبی دنیا میں "کارِ امروز" پر اب تک ریویو نہیں ہوا۔ اس کی شکایت بھی اب میں آپ ہی سے کروں گا۔ اثر صاحب کی ایک نہایت کامیاب نظم "اپنی جوان موت کے تصور میں" اب تک "ادبی دنیا" نے شائع نہیں کی۔ اس کا گلہ بھی اب آپ ہی سے کیا جائے گا۔ پہلے تو اثر صاحب کی یہ نظم سالنامے کے لئے محفوظ کر لی گئی تھی۔ ضیا صاحب کی ایک نظم "وادیٔ جناب کی ایک شام" بھی ادبی دنیا کی محویات میں گم ہے۔ یعنی رسید دینے کے بعد بھی اب تک نظم شائع نہیں ہوئی۔ کیا آپ کے دوست "سیماب اسکول" کے دوست کہلانے کے مستحق ہیں؟ یہ مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ منصور صاحب نے اپنا ارادہ

---

[1] منصور احمد (ف ۱۹۳۷ء)

اب کیوں بدل لیا - بہرحال ہندوستان کے موقت الشیوع رسائل میں صرف "ادبی دنیا" زندہ نہیں ہے — کچھ اور رسائل بھی ہیں مجھے اپنی ترسیل کی توہین کسی شرط پر گوارا نہیں ہو سکتی -

میں آپ سے بالحلف کہتا ہوں کہ مقدمہ کہکشاں پر تنقید اثر صاحب نے کی ہے - کیا ساغر کے بعد ہر شخص کو سوءِ ظن کا شکار بننا پڑے گا - میرے اس اظہارِ حقیقت کے بعد پنجاب بھر میں اعلان کر دیجیے کہ تنقید کہکشاں اثرِ خامۂ اثر ہے - وہ جواب کیا دیں گے ! — جواب الجواب کا متحمل پھر کون ہوگا ؟ — اچھا ہے یہ سلسلہ یہیں ختم ہو جائے - ورنہ پھر خیر نظر نہیں آتی - اثر صاحب اور رضیا صاحب بھی سلام کہتے ہیں منظر واپس آ گئے ہیں اور میرے ہی ساتھ مقیم ہیں - مگر میرے کاروبار سے مجتنب — مجھے کسی کی ضرورت بھی نہیں ہے - کارِ امروز کے کچھ نسخے جلد بندی کے لئے بھیجے گئے ہیں - دفتری کے یہاں سے آنے کے بعد چند نسخے بھیجدوں گا - کارِ امروز پر آپ کا مضمون کہاں ہے - "شاعر" کے "کارِ امروز نمبر" میں شائع ہو جانا چاہیے -

دعاگو - سیماب اکبر آبادی

-۶۴-

آگرہ - ۱۵ - جنوری ۱۹۳۵ء

بھائی ، میں اُدھر دو ماہ سے بے حد پریشان ہوں - لڑکوں کے لئے پریس کھولا - کتب خانہ قائم کیا - مگر غیر سعادت مند اولاد نے سب کو ٹھکانے لگا دیا - پانچسو روپے کے بعد سو ڈیڑھ سو روپیہ کا نقصان اُٹھا کر آخر یہ بکھیڑا بھی ختم کر دیا - اب پھر فرصت ہے - آپ کی غزلیں وغیرہ اسی پریشانی میں پڑی رہ گئیں - دو ایک روز میں ضرور بھیجدوں گا -

سالنامہ "ادبی دنیا" کے لئے خط تک لکھ چکا ہوں مگر وہ بھلا کب بھیجتے ہیں۔
"نگار" میں ریویو میں نے دیکھا ہے۔ وہ ہی ساغر کے تجاوزات پر تازیانے ہیں
نقل کرا کے بھیجدوں گا خدا کرے آپ مع الخیر ہوں۔ سب کام بند کر کے اب
صرف "شاعر" اور "تاج" جاری رکھے ہیں۔ تو ان کی حیات بھی خدا کے ہاتھ
ہے۔
دعاگو۔ سیماب اکبرآبادی

-۶۵-

آگرہ۔ ۲۲ مارچ ۳۵ء

محبی ضیا صاحب، مجھے یاد نہیں کہ میں نے آپ کے کسی خط کا جواب نہ دیا ہو۔ البتہ جو نظمیں یا غزلیں آپ نے بھیجی تھیں اُن پر اب تک اصلاح نہ دے سکا۔ اس کا سبب آپ کو خود سمجھ لینا چاہیے تھا کہ میری پریشانی ہوگی۔ تاخیر جواب یا تاخیر اصلاح کو آپ ہمیشہ غلط اسباب پر منسوب کرتے رہے ہیں۔ یہ آج کوئی نئی بات نہیں ہے۔ آپ کو کیا معلوم کہ آپ کی نظموں سے پہلے آئی ہوئی نظمیں بھی بدستور پڑی ہوئی ہیں بلکہ جنکی نظمیں ہیں اُن میں سے کسی نے بھی یہ وہم نہیں کیا کہ میں اب انہیں اصلاح دینا نہیں چاہتا صرف آپ کے قلم سے اس کا اظہار ہوا ہے اور اس سے پہلے بھی آپ نے اس جرم کا ارتکاب کرنے کی جسارت کی ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کی یہ ذہنیت کیوں کر تبدیل ہوگی؟ دسمبر میں۔ نہیں جنوری میں ادبی پریس اور کتب خانہ بند کرنا پڑا۔ پورے پانچ سو روپے کا نقصان ہوا۔ نقصان کیوں ہوا۔ یہ ایک طویل داستان ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ منتظر نے اپنی ذمہ داری پر وہاں بیٹھنا شروع کیا مجھے گھر پر بٹھا دیا۔ کام لا نہ سکا

لہ ضیا کے مجموعہ قطعات "طلوع" پر "نگار" میں ریویو کرتے وقت علامہ نیاز فتحپوری نے تنقیص کا حق ادا کیا تھا۔

اور کام خود آ نہ سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تین چار مہینے اپنی جیب سے ۶۴ روپیہ مہینہ دیا اور بالآخر انہیں کی رائے سے پریس بند کر دیا۔ اب وہ معتوب ہیں لیکن نازاں۔ گھر پر رہتے ہیں لیکن غیر متعلق۔ اُن کے کھانے پینے رہنے سہنے کا کفیل میں ہوں اور کام وہ اپنا کرتے ہیں۔ اس سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ اپنی جیب میں رکھتے ہیں۔ ناشتہ ہوتا ہے۔ سگریٹ پئے جاتے ہیں اور اطمینان و سکون کے ساتھ (بزعم خود) اپنے مستقبل کی تعمیر فرمائی جا رہی ہے۔ بے حمیتی اور بے غیرتی کی یہ ایک ناقابلِ نظیر مثال ہے۔ پریس اور کتب خانہ بند کرنے کے بعد آخر ۸ ــ ۱۰ آدمیوں کا بار کفالت کیوں کر اُٹھتا۔ مجبوراً ہفتہ وار "تاج" پھر چھوٹے سے سرمایے سے نکالا مگر سمجھ لیجئے جب آپ بھی اُس کے سالانہ چندے کا وی۔پی "REFUSED" واپس کر سکتے ہیں تو اس کا معیارِ اشاعت کیا ہوگا؟ ان حالات کی موجودگی میں، اگر میں نے اب تک آپ کی نظمیں نہیں دیکھیں تو میں کہاں تک قابلِ الزام ہوں؟ خود ہی انصاف کیجئے۔

"پریشانی میں کوئی کام جی سے ہو نہیں سکتا"

مجبور ہوں کہ قصر الادب ہندوستان میں ایک مستند مرکزیت حاصل کر چکا ہے تلامذہ کا مرجوعہ بڑھتا جا رہا ہے اور اُسی کے ساتھ میری پریشانیاں بھی۔ اس لئے کہ تمام وقت اصلاح و مشورت ہی میں ختم ہو جاتا ہے۔ اصلاح کے علاوہ ادبی استفسار اس قدر آتے ہیں کہ شاید کسی مفتیِ اعظم کے پاس مذہبی فتوے بھی اتنے نہ آتے ہوں۔ ان واقعات کے ماتحت اقتصادی حالات روز بروز خراب ہوتے جا رہے ہیں اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر مجھے کیا کرنا چاہیے؟

ان پرائیویٹ اور ناگفتنی حالات کی تسطیر سے یہ ثابت کرنا ہے کہ مجھے اب تک بدستور آپ کے خلوص و محبت پر اعتماد ہے۔ ورنہ دو چار احباب کے علاوہ یہ باتیں اور کسی کو معلوم نہیں۔ بہرحال اب سوچ رہا ہوں کہ عشرہ محرم کے بعد ایک سفر کروں۔ تاج، شاعر اور کارِ امروز کے کچھ خریدار پیدا ہو جائیں تو پھر اپنے مرکز پر جم کر بیٹھوں۔ سود و زیاں زندگی کے نشیب و فراز ہیں۔ جب تک زندگی ہے ان مراحل سے گزرنا ناگزیر ہے آج نظموں اور غزلوں کے انبار سے آپ کی نظمیں اور غزلیں نکال کر بھیج رہا ہوں۔ اگر خدا نے سکون عطا فرمایا تو آئندہ ہر وزنہ واپس کر دیا کروں گا۔ ورنہ پھر اُسے جو کچھ منظور رہے ہو گا۔ اس خط کے مندرجات قطعاً آپ کی ذات تک کے لئے محدود و محفوظ ہیں۔ کسی پر کسی وقت ظاہر نہ ہوں۔ قدرت اپنے انتظامات میں ہمہ وقت خود مصروف ہے۔ "ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا۔"

ادبی دُنیا میں کار امروز پر آپ نے کچھ نہیں لکھا ــــ آخر کیوں؟

ادبی دُنیا کا وہ نمبر جس میں ضیا و اثر کی نظمیں شائع ہوئی تھیں باوجود تقاضا و طلب مجھے آج تک نہ مل سکا۔ اگر قیمتاً مل سکے تو لکھئے۔ میں قیمت بھجوا دوں گا۔

دعاگو۔ سیماب اکبرآبادی

نوٹ:۔ یہ خط سیماب کی روح سے معذرت کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے اور وہ بھی اس لئے کہ اس وقت سیماب ہیں نہ منظر۔ علاوہ ازیں جن گھریلو حالات کا ذکر اس خط میں کیا گیا ہے وہی حالات اور گھروں میں بھی پائے جاتے ہیں۔

۶۶

آگرہ - ۲ ر اپریل ۱۹۳۵ء

ضیاؔ صاحب دُعا - خط پہنچا - دونوں سانیٹ بعد اصلاح ہمرو شتۂ واپس ہیں - آپ نے بھی سلمیٰ[1] کو اپنا موضوعِ محبت و ادب بنالیا خوب -

میں ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا کہ لاہور کب تک آنا ہو - غالباً اوائل مئی یا وسط مئی میں ضیاؔ صاحب کے بھائی کی شادی چنیوٹ میں ہو گی اور مجھے وہاں جانے کے لئے مجبور کیا جائے گا - اگر جانا ہوا تو آپ کو اطلاع دے دوں گا - لاہور یا امرتسر کہیں نہ کہیں ملاقات ہو ہی جائے گی -

"شاعر" کا "کارِ امروز نمبر" جون میں[2]، شائع کرنے کا ارادہ ہے - اس سے پہلے آپ کا مضمون پہنچ جانا چاہیے - تمام تبصرے، ریوز اور مضامین یکجائی طور پر شائع کئے جا رہے ہیں[2] تاکہ ہر چیز محفوظ ہو جائے -

ضیاؔ صاحب کا امتحان ۱۲ ر اپریل کو ختم ہو جائے گا اور اثرؔ صاحب کا ۱۷ ر اپریل کو - اس کے بعد یہ لوگ آپ کو خط لکھ سکیں گے - اُن کی نظموں کا پرچہ ابھی تک نہیں ملا - تاج کا چندہ بھیج دیجیے -

دُعاگو سیماب اکبرآبادی

(۶۷)

آگرہ - ۸ ر جون ۱۹۳۵ء

ضیاؔ صاحب دُعا - ایم اے میں کامیابی پر میری واقعی اور دِلی مبارکباد قبول کیجیے - خدا آپ کو اس سے زیادہ علم اور ذوقِ علم عطا فرمائے -

---

[1] سلمیٰ کا فرضی نام بعد میں میرا کے اصلی نام سے بدل دیا گیا [2] یہ الفاظ ٹھیک سے نہیں پڑھے گئے -

میں آپ کی کامیابی پر بے حد مسرور ہوں۔ شاعر میں ذکر کروں گا۔

ضیا صاحب آپ کو خط لکھ کر چنیوٹ چلے گئے ہیں۔ اُن کا اور اثر صاحب کا نتیجہ امتحان ۱۷ر جون تک نکلے گا۔ خدا انہیں بھی کامیاب کرے۔ "کار امروز" پر اپنا مضمون ۲۰ر جون تک ضرور بھیج دیجیے۔ ورنہ پھر شائع نہ ہو سکے گا۔ میں آپ کے مضمون کا منتظر ہوں۔ میری خیریت آپ کیا پوچھتے ہیں زندہ ہوں۔

اب آپ "شاعر" اور "تاج" کے خریدار کیوں نہیں ہیں؟

دعاگو — سیماب اکبرآبادی

۶۹[1]

قصرالادب، آگرہ

محبی۔ دعا۔ خط پہنچا۔ چھوٹے بھائی کی علالت کی خبر سے افسوس ہوا۔ خدا اُسے تندرست کر دے آخر آپ کے والد صاحب کہاں ہیں اور وہ خود ان بچوں کی پرداخت کیوں نہیں فرماتے۔

بے شک ایم اے کرنے کے بعد آپ کو کوئی ایسا کام کرنا چاہیئے۔ جو شایانِ اہلیت ہو۔ میں نے ریلوے کے متعلق رائے دی تھی۔ اگر کامیابی ہو سکے تو یہ شعبہ بہت اچھا ہے خصوصاً اس شعبے میں رہ کر مُلک و بیرونِ مُلک کی سیر کا موقع خوب مل جاتا ہے۔ بہر کیف اگر آپ کا رجحان تعلیمی لائن کی طرف ہے تو یہ اور بھی اچھا ہے لیکن صرف رجحان سے کام نہ چلے گا۔ یہ ضرور دیکھ لیجیے کہ آپ درس و تدریس میں کس حد تک کامیاب ہو سکتے ہیں۔ بی ٹی کرنے کے بعد یہ لائن اور زیادہ آسانی سے اختیار کی جا سکتی ہے۔ یہ سال آپ نے کیوں ضائع کر دیا۔ میرا خیال رہ رہ کے ریلوے کی طرف جا رہا ہے جہاں (HIGH GRADE) میں ہندوستانیوں کو لینے کی طرف توجہ کی

[1] خط نمبر ۶۸ صفحہ ۸۳ پر دیکھیے۔

جا رہی ہے۔ کارِ امروز پر آپ کا مضمون مختصر ہے۔ کارِ امروز نمبر کے مضامین آپ پڑھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ ہر جہتی تنقید و تبصرہ کا اس میں کس قدر مواد ہے۔

آگرے ضرور آیئے۔ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ آپ کو دیکھنے کو دل چاہتا ہے۔

"کنول" کے متعلق میرے خیالات معلوم کرنے سے پہلے اُس کے ادارے میں شریک ہو جانا آپ کی عاجلانہ غلطی ہے۔ سنئے میرا کنول سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور جو لوگ کنول یا منظر سے کوئی تعلق رکھیں گے اُن سے بھی میرا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ منظر نے جوان ہو کر مجھ سے غدّاری کی ہے۔ کنول بھی غدّاری کا ایک شگوفہ ہے۔ اس لئے اُس میں شریک ہونا اگر مطلق غدّاری نہیں تو اعانتِ غدّاری ضرور ہے۔ اگر آپ مجھ سے تعلق رکھنا چاہتے ہیں تو "کنول" سے قطعاً اظہارِ بے تعلقی کر دیجیے۔ اس خط کا جواب وصول ہونے کے بعد آپ کی غزل اور نظم بعدِ اصلاح واپس بھیجوں گا۔

ضیا و اثر اچھی طرح ہیں۔ آپ کو سلام کہتے ہیں۔ اپنی اور چھوٹے بھائی کی خیریت سے بھی اطلاع دیجیے۔

ضیا صاحب اور اثر صاحب کے نتائج امتحان سے میں آپ کو پہلے ہی اطلاع دے چکا ہوں۔ بفضلہٖ بی اے میں دونوں کامیاب ہو چکے ہیں۔ اثر صاحب ایم اے میں شریک ہو رہے ہیں اور ضیا صاحب قانون پڑھنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد انگلینڈ جا کر بیرسٹری کا امتحان دینا مدِ نظر ہے۔ اثر تعلیمی لائن میں آنے کے خواہشمند ہیں۔ چنانچہ انہیں ابھی سے کالج میں tutor-ship مل گئی ہے ۲۵ ماہوار ملیں گے۔ اس کے علاوہ ایک مقامی ہائی سکول میں

ٹیچر بھی ہو گئے ہیں۔ ضیا صاحب کا مقصد حیات آپ خود سمجھ لیں۔

سیماب اکبر آبادی

-۶۹-

آگرہ - ۲۳ر جون ۳۵ء

عزیزی خط اور مضمون ملا۔ میں اس سے قبل ایک مفصل خط معین الدین احمد صاحب کے پتہ سے آپ کو بھیج چکا ہوں وہ ضرور حاصل کر لیجیے۔ میں نے آپ سے خود دریافت کیا تھا کہ ایم اے کے بعد اب کیا ارادہ ہے؟ میری رائے میں اب سلسلۂ تعلیم ختم کر کے آپ کو کسی گورنمنٹ آفس میں کسی اچھے منصب پر مامور ہو جانا چاہیے۔ ریلوے میں بھی ہندوستانی افسروں کی مانگ رہتی ہے جرنلزم تو آپ کا ضمنی مشغلہ رہے گا۔ اسے ذریعۂ معاش بنانا اس زمانے میں غلطی ہے۔ میں ایم اے کرنے کے بعد آپ کو کسی اچھے منصب پر دیکھنے کا تمنائی ہوں۔ ضیا صاحب اور اثر صاحب دونوں بی اے میں پاس ہو گئے ہیں ضیا صاحب تو (COMPT) میں تھے۔ اثر صاحب سیکنڈ ڈویژن میں پاس ہو (گئے ہیں) اثر صاحب ایم اے کریں گے اور ضیا صاحب قانون پڑھیں گے کیا ۳۰ر جون کو آپ ایک دن کے لئے آگرے آسکیں گے۔

سیماب اکبر آبادی

-۷۰-

آگرہ ۳ر جنوری ۱۹۳۷ء

محبی ضیا صاحب۔ نظمیں بعد اصلاح واپس ہیں۔ ایک نظم "دانگہ خدا ہے" منظر سلمہ مجھے دے گئے ہیں وہ بعد اصلاح انہیں کو واپس کر دوں گا۔

منظر[1] دہلی گئے ہوئے ہیں۔ ماہر صاحب کے یہاں اُن کا قیام ہے۔
"کارواں" کا مسودہ اُنہیں دے دیجیے
اعجاز[2] آج کل دہلی نہیں آسکتے۔ میں سہاور جا رہا ہوں۔ پھر لکھنؤ جاؤں گا
اس لئے اُن کا یہاں رہنا ضروری ہے۔ آپ جو باتیں اُن سے کرنا چاہتے ہیں وہ
ایک سربند لفافہ میں لکھ کر انہیں بھیج دیجیے۔ اُن تک محفوظ پہونچ جائیں گی۔
کیا میرا دیوان "کلیم عجم" آپ کے پاس ہے اور کیا آپ شاعر کا مطالعہ
کر رہے ہیں۔ دعاگو۔ سیماب اکبرآبادی

-۷۱-

آگرہ - ۱۴ ر جنوری ۱۹۳۷ء

محبی۔ نظمیں واپس کردینے کے بعد آپ کا کوئی خط نہیں ملا۔
سُنا تھا کہ آپ بہت مصروف ہیں۔
"کارواں" کا مسودہ امروز و فردا میں بھیج دیجیے تاکہ اُس سے کچھ کام
لیا جاسکے اور کیا لکھوں۔ خط و کتابت کا سلسلہ منقطع نہ ہونا چاہیے۔
دعاگو سیماب اکبرآبادی

-۷۲-

آگرہ ... ۲۰ ر جنوری ۱۹۳۷ء

محبی۔ کارواں کا مسودہ پہنچ گیا ہے۔ مگر جہاں تک مجھے

---

[1] خاں صاحب حکیم محمود علی خاں ماہر اکبرآبادی بھی سیماب کے شاگرد تھے۔ تقسیم ملک کے بعد لاہور چلے گئے۔ اربعہ عناصر کے نام سے اُن کی رباعیات کا ایک مجموعہ چھپ چکا ہے۔

[2] اعجاز حسین اعجاز صدیقی (ف ۱۹۷۸ء) اڈیٹر شاعر سیماب کے دوسرے صاحبزادے جو تقسیم ملک کے بعد بھی ہندوستان میں ہی رہے۔

معلوم ہے مسودہ بہت زیادہ تھا اور مرسلہ مسودہ پورا نہیں ہے۔ اگر ممکن ہو تو باقی مسودہ بھی بھیج دیجئے۔ اس لئے کہ وہ اب آپ کے کسی کام کا نہیں ہے۔

سالنامے کے لئے اگر کوئی اوریجنل افسانہ، افسانہ نویسی کے ارتقائی طرز پر آپ لکھتے تو بہتر تھا۔ ترجمہ پھر ترجمہ ہے۔ لیکن اگر وقت اجازت نہ دے تو پھر ترجمہ ہی سہی۔ ترجمے کے لئے کسی مشہور افسانہ نگار کا کوئی بہترین افسانہ منتخب کیجیے۔ جس کا اب تک ترجمہ نہ ہوا ہو اور آخر جنوری تک بھیج دیجیے۔

آپ کے سو شعر قصر الادب کی طرف سے شائع ہو سکتے ہیں میرے خیال میں چھوٹی تقطیع کے ایک جزو میں آجائیں گے جس پر پندرہ سے بیس روپیہ تک اندازاً خرچ آئے گا۔ اشعار کا انتخاب ادارۂ قصر الادب میں ہو سکتا ہے تعارف کے لئے آپ جسے مناسب سمجھیں۔ نظمیں بعد اصلاح واپس ہیں۔ اُمید کہ آپ بخیر ہوں گے۔

دُعاگو۔ سیماب اکبرآبادی

-۷۳-

آگرہ - ۲۲ مارچ ۱۹۳۷ء

عزیزی ضیاؔ صاحب دُعا۔ دوسرے افسانے بھی ریڈیو والوں کو دکھا دیجیے۔ لیکن سب سے زیادہ امرِ ضروری دریافت طلب یہ ہے کہ وہ چاہتے کیا ہیں؟ یہ معلوم ہونے کے بعد اُن کے قابلِ اطمینان کچھ لکھا جا سکتا ہے۔

آپ پھر تین تین نظمیں بھیجنے لگے۔

میرا ارادہ اپریل کے پہلے ہفتہ میں دہلی آنے کا ہے۔ ایک ماہ وہاں ٹھہروں گا۔ چاہتا تھا کہ دہلی میں زمانۂ قیام و علاج کے اخراجات وہیں سے نکل آئیں۔ مگر ابھی کوئی صورت ایسی نہیں نکلی۔ باقی خیریت ہے۔ اعجاز سلمہٗ

۲۳؍مارچ کی شام کو میل سے دہلی آرہے ہیں۔ اُن سے مل لیجئے۔ ماہرؔ صاحب کے یہاں ٹھہریں گے

دعا گو
سیماب اکبرآبادی

-۷۴-

آگرہ - ۳؍ اپریل ۱۹۳۷ء

عزیزی، میں ۵ یا ۶؍ اپریل کو دہلی آرہا ہوں۔ قیام حکیمؔ[1] صاحب کے یہاں ہوگا۔

میرے تخلّص کو عنوان بناکر جو نظم آپ نے لکھی تھی اُس کی ایک نقل آج ہی دفترِ شاعر میں بھیج دیجئے۔

دعا گو
سیماب اکبرآبادی

-۷۵-

آگرہ - یکم جولائی ۱۹۳۷ء

عزیزی ضیاؔ صاحب۔ دعا۔ عرصہ کے بعد آپ کا خط ملا میرے پاس کوئی جواب طلب خط دو روز سے زیادہ نہیں رہتا۔ اگر آپ کا کوئی خط آتا تو میں جواب ضرور دیتا۔ جو لوگ خاموش ہوجاتے ہیں میں اُنہیں خود کبھی نہیں چھیڑتا۔ جب تک کہ وہ اپنی بے سبب خموشی کو خود ہی نہ توڑیں۔ آپ خاموش تھے۔ اس لئے میں بھی خاموش تھا۔ طویل خاموشی جانبین میں بدگمانیاں پیدا کر دیتی ہے ورنہ سبب کچھ بھی نہیں ہوتا۔

مکتبہ قصر الادب سے سب سے پہلی کتاب نشترؔ صاحب کا دیوان شائع ہو رہا ہے جو قصر الادب کے زیرِ اہتمام چھپ رہا ہے۔ آپ بھی اپنی

---

[1] حکیم دخاںؔ صاحب) محمود علی خاں ماہرؔ اکبرآبادی

نظمیں ضرور چھپوائیں۔ خرچ طباعت کا تخمینہ مسودہ دیکھنے کے بعد ہو سکتا ہے۔
اگر آپ مسودہ آج ہی روانہ کر دیں تو میں دو تین روز تک دیکھ کر واپس کر سکتا ہوں یا تخمینہ بتا سکتا ہوں ورنہ پھر ۸ یا ۹ جولائی کو میں بمبئی جا رہا ہوں۔ ایک مہینے تک کچھ نہ ہو سکے گا۔ اگست میں کراچی جانے کا پروگرام ہے۔ غرض کہ مصروفیت ہی مصروفیت ہے۔ اس لئے مسودہ رجسٹری کے ذریعہ ابھی بھیج دیجئے۔
بغیر خط لکھے میرے خط کا انتظار کبھی نہ کیجئے۔ اس لئے کہ بے حد مصروف رہتا ہوں۔ دعاگو۔ سیماب اکبرآبادی

-۷۶-

آگرہ۔ ۳ جولائی ۱۹۳۷ء

عزیزی دعا۔ مسودہ پہنچ گیا۔ تخمینہ ہمرشتہ ہے۔ اگر مجموعہ آگرہ میں چھپا تو قصر الادب کی نگرانی میں اچھا چھپ جائے گا۔ دہلی میں تجارتی ذہنیت کارفرما رہے گی اور اغلاط بہت رہ جائیں گی۔
مجموعے کا نام "ید بیضا" مجھے بہت پسند ہے۔ یہی نام رکھئے۔ میں مسودہ ابھی دیکھ لیتا لیکن چونکہ باہر جا رہا ہوں اس لئے سفر سوار ہے اور دماغ مطمئن نہیں ہے یا تو اپنے ساتھ لیتا جاؤں گا یا پھر واپس آ کر دیکھوں گا اور بہت ممکن ہے کہ کل اتوار کو دیکھ ڈالوں۔
ضیا صاحب کو میں نے تکملہ کے لئے لکھ دیا ہے۔ وہ آج کل عارضی طور پر کلکتہ گئے ہوئے ہیں۔ چونکہ آپ میرے شاگرد ہیں۔ اس لئے یہ کسی طرح مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ اس مجموعہ کا مقدمہ میں لکھوں۔ لاہور میں کسی سے لکھوائیے تو اچھا ہے۔
دعاگو
سیماب اکبرآبادی

-۷۷-

آگرہ ۲۶ر اگست ۱۹۳۷ء

مجبیّ، تسلیم - خط مِلا - میری طبیعت ابھی مضمحل ہے - کام کرنے کو جی نہیں چاہتا - دل بہلانے اور طبیعت کو قابو میں لانے کی کوشش کر رہا ہوں - ۲۱ر کو متھرا گیا تھا - سارے برج کی سیر کر ڈالی - قدم قدم پر نظم کہنے کو جی چاہا مگر دماغ بیکار ثابت ہوا - کل شملے جا رہا ہوں - شاید وہاں کی آب و ہوا دل و دماغ کے لئے وجہ آسودگی ثابت ہو سکے - یکم ستمبر تک انشاء اللہ واپس آجاؤں گا - اس کے بعد آپ کی نظمیں دیکھوں گا اور بھی تمام کام پڑے ہوئے ہیں - غزل اور نظم اعجاز سلمہ کو دے دی ہے - شاید شملے سے واپسی میں ایک دن دہلی ٹھہروں - مگر کچھ یقین نہیں ہے -

مجموعہ کا نام شملہ پر سوچوں گا

دعاگو

سیماب اکبر آبادی

-۷۸-

آگرہ - ۱۵ر اکتوبر ۱۹۳۷ء

آپ لاہور سے واپس آگئے ہوں گے - مجموعہ کا نام "نُورِ مشرق" بھی اچھا ہے "مہرِ مشرق" اور بھی اچھا ہے کہ اس میں آپ کے نام کا ایک جزو آجاتا ہے - میں ۲۰ر اکتوبر کو آگرہ سے باہر جا رہا ہوں - اگر دوائیں یہاں ۱۹ر تک پہنچ جائیں تو شکریہ ورنہ پھر تکلیف نہ فرمائیے -

دُعاگو

سیماب اکبر آبادی

-۷۹-

قصر الادب آگرہ۔ ۲۰ جنوری ۱۹۳۸ء

محبیّ۔ تادیر خاموشی کا شکریہ۔ میں کراچی اور لاہور کے سفر سے واپس آگیا ہوں۔ مجموعہ چھپ گیا ہوگا۔ کیا میں بھی اُسے دیکھنے کی مسرت حاصل کر سکتا ہوں۔

سیماب اکبرآبادی

-۸۰-

آگرہ۔ یکم جون ۱۹۳۸ء

محبیّ ضیا صاحب۔ یہ ماہ جون کا سب سے پہلا خط آپ کے نام ہے

میں دہلی ہمیشہ کسی ضرورت کے ماتحت حاضر ہوا کرتا ہوں۔ عرصہ سے کوئی ایسی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اب ممکن ہے کہ ۵ جون کی صبح مجھے دہلی میں ہو۔ ریڈیو اسٹیشن سے "اقبال ڈے" کی دعوت آئی ہے۔ پہلے تو میں نے انکار کر دیا تھا اس لئے کہ مجھے ایک مشاعرے کی صدارت کے لئے بھساول جانا تھا۔ مگر بھساول سے جلدی فرصت مل گئی۔ اگر ریڈیو اسٹیشن نے پیش کردہ شرائط منظور کر لیں تو آئندہ اتوار انشاء اللہ دہلی میں گذرے گا۔ یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ میرا قیام کہاں ہوگا؟

"صبح مشرق"[1] کے ریویو کے متعلق آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں۔ اعجاز سلمہ سے کہیے۔ البتہ میں نے آپ کی مبارکباد ضیا صاحب تک پہنچا دی ہے اشتہار کی ایک ہزار کاپیاں بھیج دیجئے۔ شاعر کی اشاعت جون میں ملتوی کر دی گئی ہیں۔

اُمید کہ آپ بہ ہمہ وجوہ مع الخیر ہوں گے۔

دعاگو

سیماب اکبرآبادی

[1] ضیا چنیوٹی کا مجموعہ کلام

-۸۱-

آگرہ - ۱۰ر جون سنہ ۱۹۳۸ء

محبی خط ملا - جی ہاں میں دہلی نہ آسکا جس کا مجھے کچھ زیادہ افسوس نہیں ہے۔ مصلحت الٰہی یہی تھی کہ میں نہ آؤں - اس کا سبب آپ کو خود معلوم ہو جائے گا۔

ریلوے سے اشتہار منگوا رہا ہوں۔ آئندہ کبھی ایسا موقع ہو تو آگرہ فورٹ کی بلٹی بھیجیے۔ آگرہ فورٹ نائی منڈی سے قریب ترین اسٹیشن ہے۔ آگرہ سٹی بہت دور ہے

"جام و شراب" کے ترک پر میرا اقدام اصلاحی ہے - ساغر یا جوش[1] میرے ذہن میں بھی نہیں۔ نہ مجھے ان سے عداوت ہے - نہ تعلق - بہرحال میں نے بھساول میں جو خطبۂ صدارت ۲۱ر مئی کو پڑھا ہے (جو شاعر میں بھی شائع ہو رہا ہے) وہ بہت بڑی حد تک میرے نظریہ کی توضیح کر دے گا - آپ کی رائے پر بھی غور کر رہا ہوں - امسال محمد صادق صاحب - ضیا باضابطہ وکیل اور اثر صاحب ایم اے ہو گئے ہیں۔

اُمید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

دعاگو
سیماب اکبر آبادی

-۸۲-

آگرہ - ۲۹ر جون سنہ ۱۹۳۸ء

محبی۔ فطرت کی یہ ستم ظریفی دیکھیے کہ جو خط آپ نے منظر کو لکھا تھا وہ میرے لفافہ میں بند ہو کر مجھے مل گیا اور میرا خط انہیں پہنچ گیا "جام و شراب" سے متعلق الفاظ کے معنی میں تبدیلی پر غور کروں گا

[1] شاعر انقلاب جوش ملیح آبادی

اب یہ تحریک اٹھائی ہے تو اس کے ہر پہلو پر غور کرنا ہی پڑے گا۔

آپ نے یہ شکایت مجھ سے بھی کی تھی اور منظر کے خط میں بھی کی ہے کہ "صبح مشرق" آپ کو نہیں پہنچی۔ اگر آپ شرمائیں نہیں تو آپ سے پوچھوں کہ کیا آپ نے "نورِ مشرق"[1] کی ایک جلد ضیا صاحب کو بھیجدی تھی جو آج آپ "صبحِ مشرق" کے نہ ملنے پر شکایت فرما رہے ہیں؟

ایک جماعت کے چند افراد میں مغایرت کی یہ نوعیت میرے لئے بہت تکلیف دہ ہے "صبح مشرق" کی ایک جلد ضیا صاحب آپ کو بھجوا رہے ہیں۔ لیجئے۔ آپ کی یہ شکایت دور ہو گئی مگر کس بے انصافی اور بدمزگی کے ساتھ توبہ توبہ۔

آپ کے خط بنام منظر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ کوئی مضمون صبحِ مشرق پر لکھ رہے ہیں اور اُسے اپنے یا کسی کے نام سے ادبی دنیا میں آپ کے ذریعے شائع کرانا چاہتے ہیں، ماشاءاللہ!

خیر۔ اب یہ مضمون جب آپ کے پاس پہنچے تو اسے پہلے میرے پاس بھیجدیجئے۔ میں بھی تو دیکھوں وہ کیا لکھتے ہیں۔ اگر یہ مضمون میرے علم میں آئے بغیر اب کہیں شائع ہو گیا تو اس کے ذمہ دار آپ ہوں گے۔

یہ غصہ شاید اس لئے اُتارا جا رہا ہے کہ "صبح مشرق" ایشیا[2] میں ریویو کے لئے اب تک نہیں بھیجی گئی۔ اس کا سبب ایشیا کی توہین یا تحقیر نہ تھا وہ مجھ سے پوچھتے تو معلوم ہو جاتا۔ آپ نے نیا مکان لے لیا۔ بہت اچھا کیا کیا وہاں میرے ٹھہرنے کی گنجائش ہے۔ دعاگو۔ سیماب اکبرآبادی

---

[1] ضیا فتح آبادی کا ایک مجموعۂ نظمیات

[2] ہفت روزہ "ایشیا" آگرہ ایڈیٹر منظر صدیقی

-۹۳-

آگرہ - یکم جولائی ۳۸ء

محبی ضیا صاحب - سب سے پہلے تو اس کا یقین کر لیجیے کہ
میری نگاہ میں میرے تمام شاگرد مساوی الحقوق ہیں۔ مگر بقدر خلوص اُن میں
بعض ممتاز بھی ہیں۔ اس کے بعد اپنے خط کا جواب سُنئے۔

چونکہ "صبح مشرق" کے ذکر کے ساتھ اُس مضمون کا بھی ذکر تھا اس لئے
میرا گمان حق بجانب تھا مجھے کسی مضمون کی پروا نہیں مگر مضمون نگار کے
مستقبل سے ہمیشہ خائف رہتا ہوں۔ اب آپ نے جو کچھ لکھا ہے اُس پر بھی
یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ خیر ایسا ہی ہوگا۔ میں اپنے شاگردوں
اور اپنی اولاد میں اتفاق و مواخات دیکھنا پسند کرتا ہوں۔ اختلاف پسند
نہیں کرتا۔ میرا کوئی ایک شاگرد بھی ایسا نہیں جو میری اولاد کی عزت نہ
کرتا ہو۔ اس لئے میں اپنی اولاد سے بھی روادارانہ سلوک کا متمنی ہوں۔

"نورِ مشرق"[2] ضیا صاحب کو نہ بھیجنے کے متعلق آپ نے اپنی صفائی پیش
کی ہے مگر میں اُس سے مطمئن نہیں۔ "نورِ مشرق" صبح مشرق سے پہلے چھپی ہے
اس لئے آپ کو اس کے بھیجنے میں یقیناً اقدام کرنا چاہیئے تھا۔ یا اگر آپ
"نورِ مشرق" اُنہیں بھیجنا نہیں چاہتے تھے تو خلوص کا تقاضا یہ تھا کہ صبح مشرق
کی عدم ترسیل کے متعلق آپ اُن سے دوستانہ اور برادرانہ شکایت کرتے
اس کا جواب "صبح مشرق" کی ترسیل کے سوا یقیناً کچھ اور نہ ہوتا۔

مجھے یقین نہیں آتا کہ ضیا صاحب نے آپ کو "شب چراغ"[1]
بھیجنے سے انکار کیا ہو۔ خصوصاً جب کہ آپ نے اُن سے خود کہا تھا کہ شب چراغ

---

[1] ضیا فتح آبادی کا مجموعۂ نظمیات جو دسمبر ۳۷ء میں دہلی سے شائع ہوا۔
[2] محمد صادق ضیا چنیوٹی کی تصنیف

کی ایک جلد بھیج دی جائے۔ ضیا صاحب کی فطرت سے میں واقف ہوں۔
آپ لکھتے ہیں کہ ضیا صاحب نے جو کتابیں شائع کیں اُن کی ایک ایک کاپی آپ کو نہیں بھیجی۔ سوال یہ ہے کہ ضیا صاحب اگر میرے ہر شاگرد کو اپنی مطبوعات کی ایک ایک کاپی بھیجیں تو یہ تقسیم کہاں تک مناسب ہوگی؟ ہونا تو یہ چاہیئے کہ جب میرے کسی شاگرد کی کوئی کتاب شائع ہو تو اُسے دوسرے شاگرد قیمتاً خریدیں تاکہ اس طرح اجتماعی مفاد کی صورت پیدا ہو جائے۔ مگر ایسا نہیں ہو رہا ہے۔ نہ تو "نورِ مشرق" کی فروخت اس صورت سے ہو سکی نہ "صبح مشرق" کی۔ یہ ایک جماعتی نقص ہے جسے دور ہونا چاہیئے۔
آپ لکھتے ہیں "یہ تو میں پہلے ہی سمجھا تھا کہ انتقام کی صورت میں ضیا صاحب مجھے صبحِ مشرق نہیں دکھائیں گے" آخر یہ انتقام کس بات کا؟ اگر "نورِ مشرق" نہ بھیجنے کا انتقام اس سے مراد ہے تو انتقام کی صورت آپ نے خود پیدا کر دی جس کے ذمہ دار آپ ہیں۔
آپ نے منظر کے خط میں یہ ہرگز نہیں لکھا کہ "میں صبحِ مشرق کی دید سے اب تک محروم ہوں" بلکہ آپ کے جملے یہ تھے کہ "صبحِ مشرق وہ مجھے کیوں بھیجنے لگے۔ آپ اپنی کاپی دیکھنے کے لئے بھیج دیجیے" آپ کے اس جملے سے یک طرفہ اختلاف کا پتہ چلتا ہے۔ مگر حقیقت حال کچھ اور ہے۔
ضیا صاحب کے ذہن میں یہ بات پہلے سے موجود تھی کہ ایک جلد آپ کو ضرور دی جائے۔ مگر چونکہ میں دہلی آنے کا ارادہ کر رہا تھا اور آپ کو بھی میں نے اس کے متعلق لکھا تھا! اس لئے ان کا ارادہ یہ ہوا کہ آپ کو، ماہر صاحب کو اور جوش صاحب کو "صبحِ مشرق" دست بدست دیدی جائے۔ میرا ارادہ پورا نہ ہوا اور یہ تجویز اسی سوئے اتفاق کی شکار ہو گئی۔ اس

اشنا ہیں اگر آپ انہیں کوئی خط لکھ دیتے تو یقیناً "صبحِ مشرق" کی ترسیل میں وہ کبھی تخلل نہ کرتے۔ اب آپ لکھتے ہیں کہ اگر "صبحِ مشرق" کا پارسل آیا تو آپ واپس کر دیں گے۔ یہ جذبہ آپ کی انتہائی بے گانگی اور عدم خلوص کا ترجمان ہے۔ اگر اُنہوں نے کتاب ابھی نہیں بھیجی ہے تو میں یقیناً اُنہیں روک دونگا کہ وہ آپ کے اس توہین و تکدر آمیز ارادے کی تکمیل نہ ہونے دیں۔ لیکن ضیا صاحب آپس میں اس قسم کی غیر خلوص مندی مجھے مسرور نہیں کر سکتی۔ میں اپنی جماعت میں ایسے مسموم جراثیم پھیلانا نہیں چاہتا۔ کتابوں کا تبادلہ تو ایک تجارتی ذہنیت ہے۔ یہ ہو یا نہ ہو۔ مگر آپس میں کشیدگی اور کبیدگی نہ ہونی چاہیئے۔

میں نے اُنہیں "صبحِ مشرق" بھیجنے پر مجبور نہیں کیا بلکہ اس کی ترسیل پر ضیا صاحب نے خود آمادگی ظاہر کی تھی۔ میری خوشی یہ ہے کہ اگر کتاب آپ کے پاس پہنچے تو آپ اُسے بطیب خاطر وصول کر لیں ورنہ نتائج کا میں ذمہ دار نہیں۔ کیا آپ کو میری خوشی منظور نہیں۔ "شاعر" کے متعلق آپ کا مشورہ میں نے محفوظِ ذہن کر لیا ہے۔

ضیا صاحب ابھی ابھی آئے تھے۔ میں نے اُن سے شب چراغ کے متعلق استفسار کیا وہ کہتے ہیں کہ میں نے شب چراغ بھیجنے کا یقیناً وعدہ کیا تھا۔ انکار کبھی نہیں کیا۔ مگر آگرہ واپس ہونے کے بعد وہ لا (LAW) کے امتحان میں مصروف ہو گئے اور اُس کے بعد کلکتے چلے گئے۔ اس لئے کتاب کی ترسیل یاد سے فراموش ہو گئی۔ ان کی اس توجیہ کے بعد آپ کا بیان کس قدر غلط ثابت ہوتا ہے۔

ڈراموں اور افسانوں کی کوئی اور کتاب ضیا صاحب نے

شائع نہیں کی۔ صرف "من کی آگ" اُن کا ایک ڈراما "شاہجہاں" دلّی میں ضرور
شائع ہوا تھا۔"

ضیا صاحب باوجودِ علمِ حالات "صبح مشرق" اور "شب چراغ" آپ کو
بھیج رہے ہیں۔ اُن کے اس خلوص کا جواب خلوص ہی کے پیرائے میں ملنا
چاہیئے۔ دُعاگو۔ سیماب اکبرآبادی

-۸۴-

آگرہ۔ ۱۹ر جولائی ۳۸ء

محبی ضیا صاحب سلام شوق۔ خط ملا۔ اب طرفداری
اور غیر طرفداری کے قصّے کو جانے دیجیے۔ جو کچھ ہوا وہ ہوا۔ "یک طرفہ ہدیہ"
کا مفہوم اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ایک ضیا نے اپنی تصنیف دوسرے ضیا
کو بھیجی اور ایک نے نہیں بھیجی۔ اسے مخلصانہ اور دوستانہ چھیڑ چھاڑ کہتے ہیں۔ آپ بھی اپنی کتاب
اُنہیں بھیج کر اس قصّے کو ختم کر دیجیے۔

میں ۲۶ر جولائی کو اپنا ایک مضمون براڈکاسٹ کرنے کے لئے دہلی آؤں گا
اسی اثنا میں "مجلس علم و ادب" والوں کا دعوت نامہ بھی آچکا ہے اور
اُس کے بعد بھی اُن کے خطوط آ رہے ہیں۔ اس لئے اندیشہ ہے کہ
شاید مجھے ۲۳ر جولائی کی شب کو دہلی پہنچنا پڑے۔ یہ ابھی طے نہیں کر سکا
کہ کہاں ٹھہروں گا۔ ۲۴، ۲۵ر جولائی کو ریک کالج میں اس انجمن کے جلسے
ہیں۔ میری طبیعت آج چار روز سے خراب ہے۔ حلق میں، دانتوں میں
اور سر میں درد ہے۔ خدا کرے سفر دہلی سے پہلے اس ابتلا سے نجات مل جائے
امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے دُعاگو
سیماب اکبرآبادی

-۸۵-

آگرہ - ۸ ر اگست ۳۸ء

محبّی ضیا صاحب جی ہاں میں دہلی سے واپس آکر کچھ ایسا ہی مصروف رہا کہ آپ کو خط نہ لکھ سکا۔ مگر خط لکھنے کا ارادہ روز کرتا رہا۔ حتیٰ کہ آپ کا خط آگیا۔

"نورِ مشرق" ضیا صاحب کو پہنچ گئی ہے وہ آپ کو سلام کہتے ہیں۔ آپ کی نظم[1] میرے مسلک اور میری تحریک کے خلاف ہے۔ اس لئے میں اس پر اصلاح دینا پسند نہیں کرتا۔

مضامین کا انتظار ہے۔ اُمید کہ آپ مع الخیر ہونگے دعاگو
سیماب اکبرآبادی

-۸۶-

آگرہ - ۲۴ ر اگست ۳۹ء

محبّی۔ سردست میرا ارادہ کہیں باہر جانے کا نہیں ہے۔ کل کی خبر نہیں۔ ایسٹر کی تعطیلات میں اگر کوئی ادبی اجتماع دامن کش نہ ہوا تو میں آگرہ ہی رہوں گا۔ ضرور آئیے دُعاگو
سیماب اکبرآبادی

-۸۷-

آگرہ - ۶ ر دسمبر ۳۹ء

محبّی ضیا صاحب دُعا۔ کارڈ ملا۔ آپ کی شادی[2] کی اطلاع

---

[1] ضیا کی یہ نظم بعنوان "ساقی" سالنامہ ادبِ لطیف لاہور میں شائع ہوئی تھی۔ اصلاح کیلئے نہیں بھیجی گئی۔

[2] ضیا کی پہلی شادی موگا (پنجاب) کے ماسٹر خوشی رام کی صاحبزادی شریمتی ستیہ وتی سے ہوئی جو ۱۹۴۰ء میں ہمیشہ کے لئے داغِ مفارقت دے گئیں۔

غالباً نہیں یقیناً میرے لئے وجہ مسرت ہے۔

میں آج ہی بارہ روز کے بعد واپس آیا ہوں۔ طبیعت خراب ہے اور جلد سفر کرنے کے قابل نہیں ہوں اس لئے شرکت سے معذور سمجھئے اور میری طرف سے اپنی ازدواجی زندگی کے آغاز پر دلی مبارکباد قبول کیجئے۔ خدا یہ نئی زندگی آپ کو سازگار کرے اور آپ اپنی توقعات سے زیادہ مسرور و کامیاب رہیں
سب بچے بھی آپ کو مبارکباد کہتے ہیں۔

دعاگو

سیماب اکبرآبادی

-۹۸-

قصر الادب آگرہ

۸ مارچ ۳۹ء

میں کیوں نہ کروں شکرِ خدائے اکبر — کس درجہ عنایتیں ہیں اُس کی مجھ پر

ہے باغ کو میرے ہمّتِ نشو و نما — باہم ہے شگفتِ نسترن و نستر

اک پھول نیا کھلا ہے اور ایک کلی — ایک غنچۂ تازہ، دوسرا ہے گُلِ تر

اعجاز حسین کو ملی ہے گلنار — سجّاد حسین[1] کو امیر اظہر

دونوں کی ولادت کی خوشی ہے مجھ کو — دونوں کا عقیقہ ہے مجھے مدِّ نظر

احباب بھی میری اس خوشی میں ہوں شریک — تا اور زیادہ ہو مسرّت کا اثر

نو دس بجے، گیارہ مارچ، صبح شنبہ — کھائیں پئیں ما حضر مرے گھر آکر

از بسکہ یہ سالِ نو کی پہلی ہے خوشی — ہے فصل بھی خوشگوار، موسم خوشتر

امید کہ احباب ضرور آئیں گے
فرمائیں گے ممنوں توجہ یکسر

المکلّف

سیماب اکبرآبادی

[1] سیماب کے تیسرے صاحبزادے جو ان کے ساتھ پاکستان منتقل ہو گئے۔

-۸۹-

آگرہ، ۲۱ر نومبر ۳۹ء

محبّی ضیا صاحب سلام شوق۔ آج مدّت مدید کے بعد آپ کی چار غزلیں اصلاح کے لئے آئیں۔ آج ہی بعدِ اصلاح واپس کر رہا ہوں۔ اس لئے کہ کل مجھے ایک مضمون لکھنا ہے۔ پھر واپسی میں دیر ہو جاتی۔ امید کہ یہ سلسلہ اب جاری رہے گا۔

اسلوبِ بیان میں کچھ پستی اور فسردگی سی پیدا ہو گئی ہے۔ تواتر و تسلسلِ مشق کے بعد جاتی رہے گی۔ آپ بہت کچھ کہہ چکے ہیں۔ اس لئے اب جو کچھ کہا جائے اُسے خیالاتِ ماضی سے بلند اور نادر ہونا چاہیئے۔
شاعرؔ کی نظموں پر نظم اور مصرع طرح پر غزل کہیئے۔ تاکہ وہ یقیناً شائع ہو سکے۔

دعاگو
سیمابؔ اکبرآبادی

-۹۰-

آگرہ - ۲۵ر اکتوبر ۱۹۴۳ء

باسمہٗ عزیزی،

بہت عرصہ کے بعد آپ کی دو غزلیں اصلاح کے لئے پہونچیں۔ مسرور ہوں کہ آپ نے اِدھر پھر توجہ کی۔ آپ کی ادبی زندگی بہت خاموش تھی جس کا مجھے افسوس تھا۔ امید کہ یہ سلسلۂ فکر و سخن اب جاری رہے گا۔ میں ۱۸ر دسمبر کو دہلی آرہا ہوں۔ انشاءاللہ ملاقات ہوگی
"میرے[لے] شاگرد" کے سلسلے میں آپ کا جذبۂ اعانت ادارے کے لئے موجب شکریہ

[لے] "میرے شاگرد" دو حصّوں میں چھپنی تھی۔ پہلا دیدہ اور دوسرا نادیدہ۔ پہلا حصّہ (بقیہ نوٹ صفحہ ۹۹ پر)

اور میرے لئے سبب مسرت ہے - خدا آپ کو خوش رکھے - زرِ اعانت بالاقساط بھیجنے میں کوئی ہرج نہیں ہے لیکن میں یہ دونوں جلدیں آخر دسمبر تک شائع کر دینا چاہتا ہوں - بہرحال جس میں آپ کو آسانی ہو وہی طریقہ اختیار کیجیے غزلیں بعد اصلاح واپس ہیں

دعاگو

سیماب اکبرآبادی

-۹۱-

آگرہ ۵ر دسمبر ۱۹۴۶ء

تمہیّ کارڈ ملا - یہ سُن کر کہ آپ کو خدا نے بچہ[۵] دیا تھا اور وہ صرف سات روز زندہ رہ کر رخصت ہو گیا - واقعی افسوس ہوا - آپ نے اس کی ولادت سے مجھے مطلع نہیں کیا اور انتقال کی خبر بھی بہ تاخیر دی خیر حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑی مقدس اور نیک رُوحیں ہوتی ہیں جو دُنیا میں اپنی تکمیل کے لئے طویل زندگی کی زحمت نہیں اُٹھاتیں اور اپنے مرکزِ اصلی پر جہاں ہزار سالہ عمر کے بعد بھی جانا ناگزیر ہے ، جلد لوٹ جاتی ہیں ، مگر پہلا بچہ تھا - اس لئے افسوس ضرور ہے - خدا آپ کو نعم البدل عطا فرمائے - میں ۱۸ر دسمبر کو کسی وقت پہونچوں گا اور ۱۹ر کو آپ سے بینک میں مل کر واپس چلا آؤں گا -

دعاگو سیماب اکبرآبادی

(بقیہ نوٹ) مکمل ہو چکا تھا - صرف کاغذ کی گرانی کی وجہ سے اشاعت ملتوی رہی - پھر سیماب پاکستان چلے گئے اور "شاعر" بمبئی منتقل ہو گیا - جہاں اور کئی ضروری اور اہم کاغذات اور کتابوں کے ساتھ یہ مسودہ بھی ضائع ہو گیا -

۵ۛ ضیا کی پہلی شادی شریمتی ستیہ وتی کے بطن سے ایک لڑکا تولد ہوا تھا -

-۹۲-

آگرہ ۹ ؍اگست ۱۹۴۱ء

باسمہٗ

ضیا صاحب خط ملا۔ اُس خط کے نہ پہونچنے پر آپ کو خدا جانے تعجب کیوں ہے جبکہ وہ خط ڈالا ہی نہیں گیا۔ چپراسی کے بیان سے میری اطلاع زیادہ مصدّق ہے۔ ورنہ بتائیے جب میں آپ کے ان خطوں کا جواب دے رہا ہوں تو اُس خط کے جواب میں کون سی چیز مانع تھی؟ کیا اتنے طویل تعلقات کے بعد میں پانچ پیسے کا ٹکٹ آپ کے خط پر لگانے سے معذور تھا جبکہ روزانہ ڈاک پر پانچ چھ روپیہ کے ٹکٹ لگ جاتے ہیں؟ چپراسی بالکل جھوٹا ہے۔ اُس نے وہ خط ہرگز نہیں ڈالا۔

ممتا کے متعلق، میں نے بھی آپ کا خط آنے کے بعد ایک پنڈت جی سے جو سنسکرت کلاس کے معلّم بھی ہیں اس لفظ کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے اسے ماممتا کا مخفف ہی بتایا۔ اس کے علاوہ اگر ممتا کے معنی "میرا یا اپنا" تسلیم بھی کر لئے جائیں تو مفہوم کیا ہوگا "میرا نے پکارا۔ اپنا نے پکارا۔ بندھن نے پکارا" آخر اس کا مطلب؟

نوجوانانِ پنجاب کی بے راہ روی میری نگاہ میں ہے۔ مگر اصلاح ایک ایسی تلخ حقیقت ہے جسے کوئی ٹھنڈے دل سے گوارا نہیں کر سکتا۔ "شاعر" میں "طرزِ نگارش" کے تحت اسی قسم کی لغویت کا استیصال مقصود تھا۔ مگر لوگ اس قدر برہم ہوئے کہ آخر وہ باب ہی حذف کرنا پڑا۔ میں اصلاح کا ایک اور طریقہ سوچ رہا ہوں۔ ابھی ذرا ٹھہر جائیے۔ غزلیں بیک وقت زیادہ سے زیادہ دو بھیجئے۔ اس سے زیادہ نہیں، یہ رعایت بھی صرف آپ کے ساتھ ہے۔

دُعاگو سیماب اکبرآبادی

-۹۳-

آگرہ - ۲۸ اگست ۱۹۴۱ء

باسمہ

عزیزی صبا صاحب، آپ کا اندازِ تحریر پھر تلخ ہوتا جارہا ہے۔ آپ خط لکھتے وقت یہ خیال نہیں رکھتے کہ خط کس کو لکھا جارہا ہے۔ میں آپ کا دوست یا آپ کا ماتحت کوئی کلرک نہیں ہوں بلکہ آپ کا اُستاد ہوں۔ یعنی معنوی باپ۔ اگر آپ اس کا خیال رکھیں تو آپ کا اندازِ تحریر کبھی ناگوار نہ ہو۔

"میں آپ کے شعر[1] کا مطلب مطلق نہیں سمجھا"۔ یا آپ کا پہلا مصرع اپنی نہملیت کی وجہ سے کچھ مطلب سمجھا ہی نہ سکا۔ "اعتبارِ بے خودی رہنِ بادہ" قطعاً مہمل ہے۔ اگر یہ مصرع یوں ہوتا تو اپنے مفہوم کو ظاہر کر سکتا تھا۔ "اعتبارِ مستیٔ صہبا نہ آیا جب ہمیں"۔ "جب بت تراش نہیں رہا تو اب بھی بت شکن نہیں رہتا"۔ یہ نثر اُردو نہیں ہے۔ فصحا اسے یوں بولتے ہیں کہ "جب بت تراش نہیں رہا تو بت شکن بھی نہ رہے گا"۔ صرف زمانے کے کروٹ بدلنے کی دیر ہے۔ اُردو اور اُس کے محاوروں سے جتنا میں واقف ہوں آپ واقف نہیں ہیں۔

اگر ردیف "نہیں ملتا" ہوتی تو ہموطن نہیں ملتا" سے کوئی مفہوم پیدا ہوسکتا تھا۔ مگر "نہیں رہتا" کے ساتھ مفہوم کی وضاحت نہیں ہوتی۔

اگر خزاں میں الخ۔ اس کے دوسرے مصرع میں "وہ" کی جگہ "تو" بنا لیجیے۔

"عیشِ زیست" کے صحیح معنی آپ کیا سمجھتے ہیں؟

جام میں "سوز و ساز" نئی بات ہے۔ شراب کی گرمی سے اُس میں سوز تو پیدا ہوسکتا ہے لیکن جب وہ رہینِ گردشِ ایام ہے تو اس میں ساز کہاں باقی رہا۔

---

[1] اعتبارِ بیخودی رہنِ بادہ تا یہ کے بن گئے وجہ شکستِ ساغر و پیمانہ ہم

اس مصرع کو یوں بنا لیجیے: "پھول ہی تار تار اگر کرلے نہ اپنا پیرہن" ضیا صاحب، میری مشقِ اصلاح کی عمر آپ کی عمر کے برابر ہے۔ سرسری اصلاح بھی گہری توجہ کا اثر رکھتی ہے۔ جو بات قابلِ اصلاح ہوتی ہے۔ وہ شعر دیکھتے ہی ذہن میں کھٹک جاتی ہے۔ کثرتِ کار کی وجہ سے سہواً کوئی فروگذاشت ہو جائے تو اور بات ہے۔ جیسے "اگر" بنانے کے بعد ایک شعر میں "تو" بنانا رہ گیا۔

امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے اور اپنا اندازِ تحریر آئندہ ہموار رکھیں گے۔
کسی چیک کا روپیہ کتنی مدت تک وصول کیا جا سکتا ہے؟

سیماب اکبر آبادی

-۹۴-

آگرہ- ۵ ستمبر ۱۹۴۱ء

باسمہٗ

ضیا صاحب۔ میں کل سنیچر یا پرسوں اتوار کو دہلی نہ آسکوں گا اس لیے کہ اتوار کو "شب برات" ہے اور میرا یہاں رہنا ضروری ہے۔
اب اگر آیا تو آئندہ اتوار کو آؤں گا۔ یہ نہیں کہہ سکتا کہ ٹھہروں گا کہاں۔ خادم[1] صاحب تو آجکل شملہ ہیں۔ کسی ہوٹل میں ٹھہر جاؤں گا۔ اتوار کے دن کسی وقت سرسوتی بھون[2] پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ آپ مل گئے تو ملاقات ہو جائے گی ورنہ خیر۔ مجھے ریڈیو اسٹیشن اور گراموفون کمپنی میں کچھ کام ہے۔

---

[1] سیماب کے شاگرد خادم شملوی کسی زمانے میں دہلی ریلوے اسٹیشن مسلم ریستوران کے ٹھیکیدار تھے۔

[2] سرسوتی بھون نئے دریا گنج دہلی میں ایک ہال ہے۔

"مکاتیب نمبر"[1] میں خطوط کی اشاعت سے میری شہرت یا حیثیت کو تو کوئی نقصان نہیں پہونچا مگر بعض امور جن کا پبلک میں آنا مناسب نہ تھا، عام ہو گئے۔ یہی سب سے بڑا نقصان ہے۔ بہر حال جرم یہ ہے کہ خطوط میری اجازت کے بغیر کیوں شائع کئے گئے۔ اگر ذاتی خطوط کی اشاعت بغیر اجازت جرم ہے تو ساغر کو اس کی پاداش ضرور ملنی چاہیے۔ باقی خیریت ہے۔ دعاگو

سیماب اکبر آبادی

-۹۵-

آگرہ

عزیزی ضیا صاحب سلام عافیت۔

آج کچھ طبیعت خراب ہے۔ اس لئے دہلی جانا محتمل ہے۔ یہاں کل سے بہت تیز سرد ہوا چل رہی ہے جس کی وجہ سے زخموں کی تکلیف بڑھ گئی ہے۔

سیماب اکبر آبادی

-۹۶-

آگرہ۔ ۲۴ ستمبر ۱۹۴۱ء

باسمہٖ

عزیزی، میں دہلی گیا تھا مگر اتنا مصروف رہا کہ آپ سے نہ مل سکا۔ آجکل نزلہ زکام اور قبض میں مبتلا ہوں طبیعت اچھی نہیں ہے۔ ذرا اطمینان ہو تو بتاؤں کہ پورے مجموعے پر اصلاح کیوں کر ہو سکے گی۔

سیماب اکبر آبادی

---

[1] ایشیا میرٹھ کے "روحِ مکاتیب" نمبر مرتبہ ساغر نظامی (جون ۱۹۴۱ء) کے صفحات ۱۹۳ تا ۲۰۶ پر سیماب کے چھ سات خطوط شائع ہوئے تھے۔

-۹۷-

آگرہ - ۴ر اکتوبر ۱۹۴۱ء

ضیا صاحب - میں لکھنؤ گیا ہوا تھا - کل صبح آیا ہوں - پہلے آپ یہ بتایئے کہ جو نظمیں یا غزلیں مجھے بغرض اصلاح بھیجی جا رہی ہیں - یہ سب نئی ہیں یا پُرانی اور میری دیکھی ہوئی ہیں یا نہیں ؟

آئندہ قابلِ اشاعت نظم پر میں ✓ لگا دیا کروں گا -

دہلی ریڈیو اسٹیشن کے دو چیک بیس بیس روپے کے آئے پڑے ہیں - چاہتا ہوں کہ کسی دن دہلی آکر انہیں وصول کر لوں - لیکن چیک پر میرے دستخط کون VERIFY کرے گا ؟ کیا آپ کر دیں گے -

پھر یہ سوچتا ہوں کہ چیک آپ کو بھیجدوں اور آپ وہاں سے روپیہ لیکر منی آرڈر کر دیں - اس صورت میں مجھے کیا کرنا ہوگا - چیک پر صرف دستخط یا کچھ اور - جواب کا منتظر ہوں

سیماب اکبرآبادی

-۹۸-

آگرہ - ۷ر اکتوبر ۱۹۴۱ء

ضیا صاحب - جب میں آگرہ میں تھا ہی نہیں تو غزلوں پر اصلاح کون کرتا ؟ کل پھر دیوہ شریف جا رہا ہوں ۸ - ۹ نومبر کو غالباً دہلی آنا ہوگا - اُس وقت چیک کے روپیہ لے لوں گا اور نہ آیا تو آپ کو بھیجدوں گا میری نظم "موحدِ اعظم"[1] کا ترجمہ انگریزی میں کر دیجیے - میں یہ نظم یورپ کے بعض اخبارات کو بھیجنا چاہتا ہوں -

سیماب اکبرآبادی

---

[1] بعض وجوہ سے ضیا اس نظم کا ترجمہ مکمل نہ کر پائے -

-۹۹-

آگرہ - ۲۷ر اکتوبر ۱۹۴۱ء

باسمہٗ

عزیزی! خط ملا - غزلیں بعد اصلاح واپس ہیں - نہال[1] صاحب سے مل کر وہ نظم ضرور حاصل کیجیے -

جی ہاں آغاز نومبر میں بزم ادب شملہ (دہلی) کی طرف سے جو مشاعرہ ہو رہا ہے - اُس کے متعلق مجھ سے بھی پوچھا گیا تھا - میں نے وعدۂ شرکت کر لیا ہے مگر ابھی تک اخراجات وغیرہ نہیں ملے - قیاس غالب یہ ہے کہ مجھے آنا پڑیگا -

اعجاز سلمہٗ اپنی اہلیہ کو لے کر بغرض علاج دہلی آنا چاہتے ہیں - کیا آپ کے مکان میں کوئی کمرہ ایسا ہے جس میں وہ آرام کے ساتھ ۶ - ۷ دن رہ سکیں ؟

آپ کے سپرانٹنڈینٹ ہونے کا مجھے علم نہ تھا - خدا کرے آپ اور ترقی کریں

سیماب اکبرآبادی

-۱۰۰-

آگرہ - ۴ر نومبر ۱۹۴۱ء

عزیزی - تسلیم - ڈرافٹ بھی مل گیا اور روپیہ بھی - گو ذرا شناخت میں مشکل ہوئی مگر ایک صاحب مجھے جانتے تھے وہ مل گئے اور یہ دشواری بھی حل ہو گئی - شناخت کے بعد خزانچی صاحب فرمانے لگے "آپ کو ریڈیو پر تو اکثر سنا آج آپ کے درشن بھی ہو گئے" میں نے کہا - شکریہ، آئندہ شناخت کی دقت نہ رہی

[1] نہالؔ سیوہاروی تلمیذ نواب سائلؔ دہلوی تقسیم ملک کے بعد کراچی (پاکستان) چلے گئے اور وہیں انتقال فرمایا -

مشاعرہ ۱۵-۱۶- نومبر کو ہے۔ میں بھی ۱۵ر کی شام تک پہنچوں گا اور اعجاز سلمہٗ مجھ سے پہلے غالباً ۱۱ر نومبر کو دہلی جائیں گے۔ سر لے رُوح اللہ میں اُن کی اہلیہ کے بھائی رہتے ہیں۔ غالباً اُن کے یہاں قیام کا انتظام ہوگا۔ آپ سے بھی ضرور ملیں گے

"موحدِ اعظم" کے ترجمے میں بہت دن لگے۔ ذرا جلدی ختم کر دیجیے۔

سیماب اکبرآبادی

-۱۰۱-

آگرہ - ۱۴ر ستمبر ۱۹۴۲ء

عزیزی، دعا۔ نظمیں نظرِ ثانی کے بعد واپس ہیں۔ جب لکھنؤ سے روپیہ آجائے تو اُسکے ساتھ دہلی کے چیک کا روپیہ بھی روانہ کر دیجیے۔ دو مرتبہ روپیہ بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ یکجائی آئے گا تو کچھ کام چلے گا۔

ضیا صاحب، کلکتہ سے آج کل میں آگرہ آنے والے ہیں۔ آپ کو اُن کے آنے کے بعد اطلاع دوں گا۔

رفیق صاحب اس مرتبہ جب سے دہلی گئے ہیں مجھے انہوں نے کوئی خط نہیں لکھا۔ معلوم نہیں اب وہ کہاں اور کس حال میں ہیں۔ اُن سے ملاقات ہو تو میری طرف سے خط لکھنے کی تاکید کر دیجیے گا

باقی سب خیریت ہے۔

دعاگو
سیماب اکبرآبادی

-۲۲-

آگرہ - ۱۸ر دسمبر ۱۹۴۲ء

باسمہٗ
عزیزی ضیا صاحب دُعا۔ میں بنگلور، کولار، بورنگ پیٹھ،

سرنگاپٹم، اور بمبئی کے طویل اور تھکا دینے والے سفر سے ۱۰ دسمبر کو واپس آگیا تھا۔ ۱۱ر کو پھر اوری جانا پڑا۔ وہاں سے جھانسی اور گوالیار کو ہوتا ہوا آج آگرہ آیا ہوں۔

اُمید ہے کہ آپ اس زمانے میں مع الخیر اور مسرور رہے ہوں گے۔

ابھی چکّر باقی ہے۔ گو بیس کے قریب دعوت نامے مسترد کر چکا ہوں۔ مگر دہلی کا پروگرام دانستہ رکھّا ہے۔ میں انشاءاللہ ۲۷ر دسمبر کو اتوار کے دن کسی وقت دہلی پہونچوں گا۔ ۲۸ر کو وہاں رہوں گا اور ۲۹ر کو دوپہر کی ٹرین سے واپس چلا آؤں گا۔

اگر آپ اپنے دفتر کے سامنے والے ہوٹل میں میرے قیام کا انتظام بہ آسانی کر سکیں تو (اطلاع دیں) اور ایک کمرہ ۲۷ر کی شام سے ۲۹ر کی دوپہر تک کے لئے محفوظ کرا دیجئے۔ گذشتہ مرتبہ آپ نے مجھے اطلاع نہ دی تھی۔ اس مرتبہ پہلے اطلاع ضرور دے دیجئے۔ کمرہ آرام دہ اور یکسو ہو اگر آپ (انتظام نہ کر سکیں) تو بعد اطلاع میں کسی اور ہوٹل میں انتظام کر لوں گا۔ امید کہ آپ تندرست اور مسرور ہوں گے

(سیماب اکبرآبادی)

-۱۰۳-

آگرہ - ۹ر فروری ۴۳ء

باسمہٖ

عزیزی ضیا صاحب۔ سلام شوق۔ بچّے[۲] کی ولادت سے جو حقیقی خوشی مجھے ہوئی ہے میں اُسے الفاظ میں ظاہر نہیں کر سکتا۔ مولودِ سعید آپ کو مبارک ہو اور خدا اُسے عمرِ درازاور اقبال و سعادت سے بہرہ اندوز رکھے۔ آپ کا ماضی اس وقت میری نگاہ میں ہے۔ جب آپ نے شاعری شروع کی تھی اور آپ کمسن

---

[۱] لکشمی ریسٹوران چاندنی چوک دہلی جو اس وقت ریز روبنک کے بالمقابل تھا جہاں ضیا ملازم تھے۔

[۲] دوسری شادی سے ضیا کا یہ لڑکا لگ بھگ ایک ماہ زندہ رہ کر دنیا سے رخصت ہو گیا۔

تھے۔ آج آپ کی شاعری بالغ ہے۔ اور آپ باپ ہیں۔ خدا آپ کو مسرور و مصئون رکھے۔ میری طرف سے بچے کو بہت بہت پیار کیجئے۔ نام کیا رکھا؟ شمشاد دلہن ہنوز بدستور بیمار ہیں۔

دعاگو
سیماب اکبرآبادی

-١٠٤-

آگرہ۔ ٢ر جون ١٩٤٣ء

عزیزی و محبّی، خط ملا۔ عرصہ کے بعد خیریت معلوم کرکے مسرت ہوئی۔ یہاں گرمی بلا کی پڑ رہی ہے۔

جس کا خط آتا ہے بدقّت اُسے جواب دے دیتا ہوں۔ جواب طلب خطوط اتنے ہوتے ہیں کہ خود خط لکھنے کی فرصت نہیں ملتی۔ تاہم آپ کے خیال سے فارغ نہ تھا۔ سوچ رہا تھا کہ آپ کو خط لکھ کر خیریت دریافت کرلوں مگر فرصت نہ ملی۔ یہاں تک کہ آپ کا خط آگیا۔ شمشاد دلہن بدستور اُمید و بیم کے دور لے پر ہیں۔ خدا انہیں صحت عطا فرمائے۔ لفافے اور پیڈ میرے پاس ہوچکے ہیں۔ اگر ممکن ہو تو پانچ پانچ سو چھپوا کر بھیج دیجئے۔ یہاں تو کسی قیمت پر بھی یہ دونوں چیزیں دستیاب نہیں ہیں۔ پیڈ پر یہی چھپے گا جو اس خط کی پیشانی پر ہے اور لفافہ کے کنارے پر صرف "قصر الادب" انگریزی میں چھپے گا۔

"موحد اعظم" کا انگریزی ترجمہ کرلیا ہو تو بھیج دیجئے۔ اُمید کہ آپ مع متعلقین بخیر و مسرور رہوں گے۔

دُعاگو
سیماب اکبرآبادی

-١٠٥-

آگرہ ٩ر اگست ١٩٤٣ء

عزیز مکرم، دعائے عافیت۔ بہت دن کے بعد خیریت معلوم کرکے مسرّت ہوئی۔ اب تو آپ کچھ خاموش سے ہوگئے ہیں۔ مجھے معلوم ہے

کہ ملازمت کی مصروفیت اس کا سبب ہے۔ پھر بھی اتنی خاموشی کچھ اچھی معلوم نہیں ہوتی۔

سہرا[1] بعد اصلاح واپس ہے۔ آپ نے دعوت دی تو میں دو ایک روز کے لئے دہلی ضرور آؤں گا۔ دہلی گئے ہوئے بھی زمانہ ہو گیا ہے۔ اگر آنا ہوا تو مسٹر ایس ایل حیدر[2] سے بھی ضرور ملوں گا۔ لیکن میں بھول گیا ہوں کہ یہ کون صاحب ہیں اور ان سے کہاں ملاقات ہوئی تھی۔ دیکھنے کے بعد شاید پہچان سکوں۔

آپ کے والد صاحب کا مجھے اکثر خیال رہتا ہے اور میں دل ہی دل میں اُن کی عافیت کے لئے دعائیں مانگا کرتا ہوں۔ اب وہ چھٹا گانگ سے بھی آگے بڑھ گئے ہیں۔ خدا انہیں محفوظ و مصئون رکھے۔ کاش کوئی ایسی صورت ہوتی کہ میڈیکل سرٹیفکٹ پر وہ اپنی ملازمت سے استعفا دے سکتے۔ بہت سے لوگ اس طرح فوجی وابستگی سے سبکدوش ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ بہر حال میری دلی دعائیں اُن کے ساتھ ہیں۔ خدا ان کا سایۂ عاطفت آپ لوگوں کے سر پر قائم و دائم رکھے۔ آمین۔

اعجاز حسین سلمہٗ کی آنکھوں میں رو ہے پڑ گئے ہیں سخت تکلیف ہے علاج ہو رہا ہے۔ چیک کا روپیہ جب آجائے بھیج دیجیے۔ گھر میں دعا کہیے۔

آپ کی خیریت کا خواہاں

سیماب اکبر آبادی

---

[1] ضیا کی دوسری شادی شرمیتی راجکماری پتری مرلی رام سے ۲۴ فروری ۱۹۴۱ء میں ہوئی۔ یہ سہرا شرمیتی راجکماری کے بھائی ہری رام کی شادی کے سلسلے میں لکھا گیا تھا۔ اس شادی میں سیماب بھی شریک ہوئے۔ [2] ایس ایل حیدر ریزرو بنک میں افسر تھے جہاں ضیا ملازم تھے۔

-۱۰۶-

آگرہ ۱۲؍ اگست ۱۹۴۳ء

باسمہٖ

مجبی ضیا صاحب، سلامِ شوق

دعوت نامہ بہت دیر میں پہنچا۔ شکریہ، میں دہلی آرہا ہوں۔ لکشمی ہوٹل میں فروکش ہوجاؤں گا۔ یا تو آج ہی رات کو پہنچوں گا یا کل دوپہر کو۔ بہرحال اتوار کے دن شام تک آپ ہوٹل آکر مجھ سے مل لیں۔ اگر آپ نہ آئے تو میں دریا گنج آنے کی کوشش کروں گا۔ میرے ساتھ محمد عبد النعیم صاحب فطرت بھی آرہے ہیں۔

دعاگو

سیماب اکبرآبادی

-۱۰۷-

آگرہ ۲۱؍ اگست ۱۹۴۴ء

باسمہٖ

عزیز مکرم، خط ملا۔ سوسائٹی[1] کے متعلق جو اطلاع آپ نے دی وہ بہت تکلیف دہ ہے۔ میرے خیال میں اگر موجودہ ارکین سے کام نہیں چلتا تو آپ مجلس عاملہ کا ازسرِ نو انتخاب کیجئے اور جن لوگوں سے تعاون کا یقین ہو انہیں سیکریٹری وغیرہ بنا لیجئے۔

رمضان شروع ہوگئے ہیں۔ عید کے مہینے میں میرے یہاں شادیاں ہیں۔ اس لئے اب دہلی آنا قریب قریب ناممکن ہے ورنہ میں خود آکر ان لوگوں کے متعلق انہیں کے سامنے ایک آخری فیصلہ کر دیتا۔

تمام ہندوستان میں سوسائٹیاں کھل رہی ہیں اور کھلتی چلی جارہی ہیں مگر دہلی میں ابھی تک کوئی انتظام نہیں ہوسکا۔ یہ کتنے افسوس کی بات ہے توجہ کرکے سوسائٹی کی تشکیل جلد از جلد کر دیجئے۔

خدا آپ کی والدہ ماجدہ کو صحت عطا فرمائے۔ دعاگو سیماب اکبرآبادی

[1] سیماب لٹریری سوسائٹی کی ایک شاخ دہلی میں بھی قائم کی گئی تھی مگر احباب کی مصروفیات اور عدم تعاون کی وجہ سے زیادہ دن تک قائم نہ رہ سکی۔

۱۰۸

آگرہ - ۲۸ نومبر ۱۹۴۴ء

باسمہ

عزیزی، دعائے عافیت - آپ کی اور والدہ صاحبہ کی خیریت معلوم کر کے مسرت ہوئی - میں یکم دسمبر کو دہلی آ رہا ہوں - ۲ دسمبر کو صبح میرٹھ جانا ہے دہلی میں کچھ ضروری کام ہے - اس لئے نہیں کہہ سکتا کہ آپ سے ملاقات ہو سکے گی یا نہیں - اگر وقت ملا تو بنک آ کر آپ سے بھی ملوں گا - سوسائٹی کے متعلق زبانی گفتگو کرنی ہے - اگر آپ جمعہ کے دن صبح ۸ بجے کے بعد تاج محل ہوٹل متصل اسٹیشن آ سکیں تو کچھ دیر آپ سے باتیں ہو جائیں گی - میں ٹھہرنے کا انتظام خادم صاحب کے ذریعہ وہیں کیا ہے - اگر وہاں کمرہ خالی نہ ہوا تو منیجر صاحب سے معلوم ہو جائیگا کہ میں کہاں ٹھہرا ہوں - ۱۰ بجے کے بعد مجھے G.P.O. آفس جانا ہے - وہاں سے خدا جانے کب فرصت ملے، اگر آپ صبح نہ آ سکیں تو شام کو ۵ بجے تھوڑی دیر کے لئے مجھ سے مل جائیے - پھر اپنے ایک شاگرد یاور صاحب نقوی کے عقد میں چلا جاؤں گا

سیماب

(۱۰۹)

آگرہ - ۲۷ مارچ ۴۵ء

ضیا

مجتبیٰ، میں خود ایک ماہ سے مضمحل اور بیمار سا ہوں - مرض معلومہ کا دورہ کئی مرتبہ پڑ چکا ہے - زندگی تھکی تھکی سی معلوم ہونے لگی ہے - آپ کی علالت[1] کی اطلاع سے تکلیف ہوئی - خدا آپ کو تندرست رکھے -

اگر آپ مجھ پر کوئی مضمون لکھنا چاہتے ہیں تو "شعر انقلاب"[2] اور "کلیم عجم"

---

[1] ڈاکٹروں نے ڈرائی پلوریسی کی تکلیف بتائی اور ضیا کوئی تین ہفتہ کے لئے بستر پر پڑے رہے - آخر میں آرام ہومیوپیتھک علاج سے ہوا

[2] سیماب کے کلام کے دو مجموعے - شعر انقلاب ۱۹۴۷ نظموں اور کلیم عجم ۱۹۳۶ء غزلوں کا۔

میں آپ کو پورا مواد مل سکتا ہے
آزاد نظمیں جو فن کے خلاف نہ ہوں اصلاح کے لئے ضرور بھیجی جا سکتی ہیں۔

دعا گو
سیماب

-۱۱۰-

آگرہ - ۲۲ جولائی ۱۹۴۵ء

باسمہٗ
صدیقی، میں نے اسٹیشن ماسٹر دہلی کو لکھا تھا ۲۷ جولائی کو دو نشستیں سیکنڈ کلاس میں لاہور تک محفوظ کر دی جائیں - ان کا جو جواب آیا ہے وہ ہمرشتہ ہے - یہ جواب اسٹیشن ماسٹر نے دیا ہے اور SUPERVISOR RESERVATION OFFICE DELHI Jn. نے روانہ کیا ہے یہی سپروائزر صاحب غالباً رزرو کرتے ہوں گے۔

اب آپ کو لکھ رہا ہوں کہ آج ہی اسٹیشن جا کر لاہور کے دو سیکنڈ کلاس ٹکٹ خرید لیجئے اور انہیں ۲۷ جولائی کی شب کو روانہ ہونے والے فرنٹیر میل سے RESERVE کرا لیجئے۔ دونوں نشستیں زیریں ہونی چاہئیں۔ سوائے اسکے اور کوئی چارہ نہیں ہے - ٹکٹوں کی قیمت دہلی آتے ہی آپ کو دیدی جائے گی۔

اب میں ۲۷ کو دن میں کسی وقت دہلی پہنچ کر سیدھا آپ کے پاس رزرو بنک آؤں گا - مجبوراً یہ زحمت دے رہا ہوں - آپ کے سوا اب کوئی اور وہاں معتمد علیہ نظر نہیں آتا - امید کہ آپ اس کام کو اپنا کام سمجھ کر انجام دیں گے والد صاحب سے سلام کہدیجئے - میں آپ کے خط کا انتظار کروں گا۔

دُعا گو
سیماب

-۱۱۱-

آگرہ - ۱۸ / اکتوبر ۱۹۴۵ء

۷۸۶

مجبیّ - آپ کا جو ناتمام انگریزی مضمون[۵۷] آپ سے منگایا تھا۔ وہ واپس کر رہا ہوں۔ فرصت کا وقت نکال کر اسے مکمل کر ڈالئے۔ اس قسم کے ایک انگریزی مضمون کی بڑی ضرورت ہے اور ضروری کام کے لئے وقت کا ایثار کرنا ہی پڑتا ہے۔ امید کہ آپ مع متعلقین مع الخیر ہوں گے۔ دعاگو

سیماب

-۱۱۲-

آگرہ - ۱۵ / اگست ۱۹۴۶ء

باسمہٖ

مجبیّ - جب ملازم غیر حاضر اور والدۂ مکرمہ بیمار ہیں تو آپ کے یہاں ٹھہرنا گویا دانستہ آپ کو تکلیف دینا ہے اور میں کسی FAMILY میں ٹھہرنا بھی نہیں چاہتا۔ آپ کے ذریعہ کسی ہوٹل میں ایک مہینے کے لئے کوئی سستا انتظام ہوتا تو اچھا ہوتا۔ کھانا تو خادم صاحب کے یہاں سے بھی آسکتا ہے۔

سیماب

-۱۱۳-

آگرہ - ۱۶ / ستمبر ۱۹۴۶ء

باسمہٖ

مجبیّ - کارڈ ملا - جی ہاں میں پندرہ روز دہلی میں رہنے کے بعد کل واپس آگرہ آگیا ہوں۔ وہاں کچھ ایسا ہی عدیم الفرصت رہا کہ آپ سے کیا کسی سے بھی نہ مل سکا۔ اور ملتا کس سے؟ حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں کوئی ملنے کے قابل نہیں۔ سب وقتی خلوص و التفات کے مدعی ہیں۔ اس وقت اگر رفیق عما۔

---

۵۷ سیماب کی نظم موحدِ اعظم کا ناتمام ترجمہ

اپنی رفاقتِ قدیم کا ثبوت نہ دیتے تو پندرہ دن میں ڈھائی سو روپیہ کا نقصان ہو جاتا۔

الطاف مشہدی کیریکٹر کے اعتبار سے بہت بُرے آدمی ہیں۔ شرابی اور کذب گو۔ مغرور اور ریاکار۔ جنہیں حفظِ مراتب کا بھی لحاظ نہیں رہتا۔ لائل پور کے مشاعرہ میں میں بیٹھا رہا اور وہ میری پسِ پشت پاؤں پھیلائے رہے۔ MURRI مری کے مشاعرہ میں اعلان کر دیا کہ میں نے سیماب کو کرایہ بھیج دیا ہے وہ آرہے ہیں اور مجھے لکھ دیا کہ مشاعرہ ملتوی ہو گیا ہے۔ غرض اُن میں ایسی ہی ۳۰۰ قسم کی بہت سی باتیں ہیں جو مجھے پسند نہیں۔ وہ مختلف دروازوں اور ہیراؤں سے میرے پاس پھر آنے کی کوشش کر رہے ہیں اور میں اُنہیں برابر لکھ رہا ہوں۔ آپ بھی جواب صاف دیدیجئے۔ میرے یہاں اُن کی مطلق گنجائش نہیں رہی۔

امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ میں عنقریب پھر دہلی آرہا ہوں آپ سے ملنے کی کوشش کروں گا۔

دعاگو

سیماب

-۱۱۴-

آگرہ ۱۳ مارچ ۱۹۴۷ء

باسمہٖ

عزیزی ضیا صاحب، اُمید کہ آپ بہمہ وجوہ مع الخیر ہوں گے۔ یہاں کچھ دن سے ماچس کا قحط پڑا ہوا ہے۔ پہلے تو کسی نہ کسی طرح مل بھی جاتی تھی مگر اب قطعاً مفقود ہے اور مجھے سگریٹ پینے کی بیماری ہے۔ ایک ماچس کا بکس دو دن مشکل سے چلتا ہے۔ سخت پریشانی ہے۔

براہِ کرم جتنی جلدی ممکن ہو دہلی سے ایک اچھی قسم کا "سگریٹ لائٹر"

خرید کر مجھے بھیج دیجئے۔ چاندنی چوک اور صدر میں اگر نہ ملا تو نیو دہلی میں ضرور مل جائیگا
یہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک میں پیٹرول ڈالا جاتا ہے اور ایک بغیر پیٹرول کے بھی کام
دیتا ہے۔ اگر دوسری قسم کا مل جاتے تو (اچھا ہے) اُمید کہ آپ توجہ کر کے
ایک CIGARETTE LIGHTER مجھے جلد بھیج دیں گے۔

دعاگو سیمآب

-۱۱۵-

آگرہ۔ ۱۷ مارچ ۴۷ء

عزیز گرامی۔ سلام شوق

دہلی میں جو حال ہو یہاں تو دیا سلائی مفقود ہے پچیس روپیہ والا Cigarette
Lighter بھیج دیجئے۔ مجھے ۲۱ مارچ کی شب کو دو دن کے لئے لوہارو جانا ہے
وہاں سے ہوتا ہوا دلی آؤں گا۔ اگر ۲۰ تک Lighter یہاں پہنچ سکے تو
فبہا ورنہ خرید کر رکھ لیجئے۔ میں لوہارو سے واپس دہلی آؤں گا اور آپ سے بینک
میں مل کے لوں گا۔

غزلوں کا مجموعہ ضرور مرتب کر لیجئے۔ میں ایک نظر اور ڈال لوں گا۔ اس کے
بعد چھپوا ڈالیے۔ آپ کا یہ خیال بہت مناسب ہے۔

نغمہ گاہ[1] کے متعلق اپنی رائے لکھ کر اعجاز سلمہ کو دے رہا ہوں۔

فراق گورکھپوری پر اعتراض کی نوعیت یہ نہیں ہے کہ وہ ہندی الفاظ استعمال
کرتے ہیں۔ بلکہ قابلِ اعتراض اُن کے خیالات و جذبات کی عریانی ہے۔

ترجمہ منظوم[2] کی اشاعت کا ابھی کوئی انتظام نہیں ہوا۔ مفصل باتیں دہلی آ کر

---

[1] اس ترکیب پر "خیام" لاہور میں کافی بحث ہو چکی تھی۔
[2] قرآن پاک کا ترجمہ جو سیمآب نے مکمل کر لیا تھا۔

کروں گا۔ والد صاحب سے سلام کہہ دیجئے۔
فاونٹین پین کے لئے کچھ دن اور انتظار سہی لیکن Lighter تو خرید لیجئے۔

دعا گو
سیماب

-۱۱۶-

آگرہ - ۲۴ر مارچ ۱۹۴۷ء

باسمہ

مجتبیٰ - میری طبیعت یکایک ناساز ہو گئی اور میں لوہارو نہ جا سکا۔ اس لئے اب دہلی میں میرا انتظار نہ کیجئے۔ سر پر راست پر دو پھنسیاں ہو گئی ہیں جو بہت تکلیف دہ ثابت ہو رہی ہیں۔ سگریٹ اور لائٹر یکم اپریل کے بعد بھیج دیجئے۔ گزارا تو کسی نہ کسی طرح ہو ہی رہا ہے۔ لیک بعد از خرابی بسیار شاعر کے مندرجات کی ذمہ داری تمام تر اعجاز سلمہ کے رجحان و ذوق پر ہے۔ میں ان کی کسی بات میں دخل دینا نہیں چاہتا۔ فراق کے متعلق انہوں نے جو روش اختیار کی ہے اسے بہت زیادہ سراہا جا رہا ہے۔
والد صاحب سے سلام کہہ دیجئے اور لائٹر بھیجنے کی یاد رکھئے۔

دعا گو سیماب

۱۱۷

آگرہ - ۸ر اپریل ۴۷ء

باسمہ

مجتبیٰ - مجموعہ غزلیات کی پہلی قسط پہنچ گئی ہے۔ طبیعت کچھ ایسی ہی خراب تھی کہ رسید جلد نہ بھیج سکا۔ صحت حال کے بعد نظر ثانی رفتہ رفتہ کرتا رہوں گا یا طبیعت لگ گئی تو ایک ہی دن میں دیکھ ڈالوں گا۔
اب تو دہلی میں کرفیو ۹ بجے رات سے ہے۔ سگریٹ لائیٹر

CIGARETTE LIGHTER بہ آسانی خریدا جا سکتا ہے۔ یکم اپریل بھی گزر چکی ہے۔ مجھے سخت ضرورت نہ ہوتی تو میں آپ کو بار بار نہ لکھتا۔ اگر آپ کو ناگوار نہ ہو اور آپ قبول کر لیں تو قیمت بھیجنے کو بھی تیار ہوں۔

دعاگو سیماب

-۱۱۸-

آگرہ۔ ۲۸ مئی ۴۷ء

باسمہٖ

عزیز گرامی۔ دس بارہ روز سے آپ کا کارڈ آیا ہوا رکھا ہے۔ یہاں گرمی کی اتنی شدّت ہے کہ برفاب و خس خانہ اور برقی پنکھے کے باوجود طبیعت پریشان رہتی ہے۔ ذرا گرمی کم ہو تو کچھ کام کروں۔ سگریٹ لائیٹر کا فلوڈ ختم ہو گیا ہے۔ ایک کپی لے کر اور بھیج دیجئے۔ آپ کی غزلیں انشاءاللہ بہت جلد دیکھ لوں گا۔ گذشتہ ہفتہ بیمار رہا اور وہ سخت گزرا۔ میرے داماد اور اُن کی دو بچیوں کا انتقال ہوا۔ میں پیچش میں مبتلا رہا۔ پھر نزلہ ہو گیا۔ اعجاز سلّمہٗ پر بواسیر کے سخت دورے پڑے۔ ان حالات میں طبیعت کیونکر ہموار رہ سکتی ہے؟ خدا کرے آپ بخیر ہوں۔

سیماب

-۱۱۹-

آگرہ - ۱۵ جولائی ۴۷ء

۷۸۶

ضیا صاحب کارڈ ملا۔ جہاں آپ نے اتنا صبر کیا۔ کچھ دن اور ٹھہریئے۔ موسم کی حدّت ذرا کم ہو جائے تو آپ کی مرسلہ بیاض دیکھوں ابھی تو طبیعت ہر وقت بے سکون رہتی ہے۔ الہ آباد میں وجدی[۱] صاحب سے مل لیجئے۔ وہ سب سے ملا دیں گے۔ ۲۵ دسیٹ چوک الہ آباد میں اُن کی کپڑے کی دوکان ہے

[۱] سیماب کے ایک شاگرد

میں دو خطوں میں لکھ چکا ہوں کہ لالٹین کا فلوڈ ختم ہو گیا ہے یہاں کہیں دستیاب نہیں ہوتا۔ ایک کپی تیل بھیج دیجیے۔ مگر آپ نے توجہ نہیں کی۔ الہ آباد میں ملے تو الہ آباد سے بھیج دیجیے۔ لالٹین بغیر تیل کے معطل پڑا ہے۔

دعاگو سیماب

-۱۲۰-

آگرہ ۵-۲۱ دسمبر ۱۹۴۸ء

محبیّ دعا - حیدر آباد کے پتہ سے تو آپ نے مجھے خط لکھا اور میں نے اُسی کے جواب میں دو سو روپیہ بھیجنے کی تکلیف دی تھی۔ بہر حال وہ وقت گزر گیا۔ اس سفر میں بہت زیادہ پریشانی ہوئی۔ اُدھر کاروبار معطل ہے اُدھر مقروض ہو گیا ہوں) آپ اگر اب بھی میری مدد کرنے کا جذبہ رکھتے ہیں۔ تو دو سو روپیہ جلد بھیج دیجیے تاکہ میں بارِ قرض سے کسی قدر سبکدوش ہو سکوں۔

ضیا صاحب، کوئی زندہ زبان جو بین الاقوامی حیثیت حاصل کر چکی ہو مرا نہیں کرتی۔ ہندی جو آج تک پسماندہ زبانوں میں سے تھی کیا بالکل مر چکی تھی؟ اس طرح بہت ممکن ہے کہ اب اُردو پس ماندہ زبان ہو کر جیے۔ مگر جیے گی ضرور۔

آپ کی بیاض میں نے آج سے پھر دیکھنی شروع کر دی ہے۔ ایک ہفتے کے اندر اندر واپس کر دوں گا۔ جب سے واپس آیا ہوں زکام اور کھانسی میں مبتلا ہوں اس لئے طبیعت بے رنگ اور بے مزہ سی ہے۔

اُمید کہ آپ مع الخیر اور مسرور ہوں گے۔ میری پریشانی سے آپ کو دُکھ ہونا ہی چاہیئے۔ ذرا سوچیے۔ میرا آپ کا کب سے ساتھ ہے۔

دعاگو
سیماب

-۱۲۱-

آگرہ - ۱۲ر جنوری ۴۸ء

عزیزی ضیا صاحب دعا - کارڈ پہنچا - حالات سے آگاہی ہوئی۔
کاروبار کے اختلال نے وسعت کا سلسلہ وسیع کر دیا ہے۔ ضرورت اب بھی ہے اور فروری میں باقی رہے گی۔ آپ بالاقساط اعانت کرنا چاہتے ہیں تو میں اس کے خلاف آپ پر کوئی بار ڈالنا نہیں چاہتا۔ لیکن قسط کی مقدار ایسی ہو جو کسی ایک ضروری کام کی تکمیل کر سکے۔

آپ کا مجموعہ انشاء اللہ تعالیٰ کل واپس کر دوں گا۔ اول تو ہندوستان سے تمام مسلمان جا نہیں سکتے۔ لیکن اگر فرض کر لیا جائے تو بھی ہندوستان میں اردو زبان زندہ اور باقی رہے گی۔ آپ اس کی طرف سے چنداں فکر مند نہ ہوں۔
مجموعہ پہنچتے ہی رسید بھیج دیجئے گا۔ ہنوز طبیعت تسکین پذیر نہیں ہے اللہ اپنا فضل و کرم رکھے۔

دعا گو

سیماب

-۱۲۲-

آگرہ - ۲۹ جنوری ۴۸ء

محبی، دعا - آئندہ صرف منی آرڈر (میرے ذاتی) اس پتے پر بھیجئے۔
"معصوم منزل - غالب پورہ خورد - نائی منڈی آگرہ"- بیاض پہنچ گئی ہوگی۔

دعا گو سیماب اکبرآبادی

-۱۲۳-

آگرہ - ۲۵ر فروری ۴۸ء

محبی، دعا - اعجاز سلمہٗ کے خط میں آپ نے لکھا ہے کہ میں نے آپ کے

خط کا جواب نہیں دیا تو بندہ نواز آپ کے خط میں کوئی بات جواب طلب ہی نہ تھی جواب کیا دیتا جو کچھ آپ نے لکھا اُسے پڑھکر خاموش ہوگیا۔ توقعات کی وابستگی بھی اچھی چیز نہیں۔ مگر جب توقعات کسی کے ساتھ قدرتاً وابستہ ہوجائیں تو انسان مجبور ہے۔ میں صرف آپ کی توجہ کا انتظار کر رہا ہوں اور حالات بدستور صبر آزما ہیں۔ اُمید کہ آپ مع الخیر و مسرور ہوں گے۔

دعا گو
سیماب اکبر آبادی

-۱۲۴-

آگرہ۔ ۵ مارچ ۱۹۴۸ء

مجبیّ ضیا صاحب۔ آج پچیس روپے کا منی آرڈر پہنچا۔ شکریہ۔
آپ کو میری اصلاح سے اگر کچھ شبہات پیدا ہوگئے ہیں تو اُنہیں آپ دُور کر سکتے ہیں۔ اُمید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

دعا گو
سیماب

-۱۲۵-

آگرہ۔ ۲۶ مارچ ۱۹۴۸ء

مجبیّ۔ سلام شوق۔ اُمید کہ آپ مع الخیر ہونگے۔ آپ کے شعر کی توجیہہ اصلاح یہ ہے۔

پہلے مصرع میں "اب" سے تخصیص وقت نہیں ہوتی تھی۔ جب تک "آج" یا "آجکل" کسی مصرع میں نہ ہو۔ ردیف معناً نمایاں نہیں ہوسکتی۔ لہذا "اب" جو برائے بیت تھا۔ مصرع سے نکال کر مصرع کو چست کر دیا گیا اور دوسرے مصرع میں "آج" بنا کر ردیف سے مربوط کر دیا۔ "پاسِ وفا کے باوجود آہیں کرنا ممکن ہے" یہ ایک بہت نازک تنقید ہے جو شاعرانہ تخئیل پر

بار ہو سکتی ہے۔ آہ و فغاں اور نالہ بے شک تین علیحدہ چیزیں ہیں لیکن
تینوں کا عالم ایک ہی ہوتا ہے اور تینوں بیک وقت ایک جگہ جمع ہو سکتی
ہیں اور تینوں کا مخرج ہونٹھ ہی ہیں اس لئے نالہ کی جگہ "آہ" بنا دینے سے
شعر کے مقصد و مفہوم میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا۔

اصلاح ناقابلِ ترمیم ہے۔ سیماب

-۱۲۶-

آگرہ - ۸ر اپریل ۴۸ء

محبی۔ تسلیم کل عـــہ کا منی آرڈر اور آج لفافہ ملا شکریہ
آپ نے میرے لئے تحریری کام کا انتظام کیا۔ یہ آپ کی توجہ اور محبت
ہے۔ میں "بیسویں صدی" کے لئے آسان زبان میں چاروں مضامین ضرور
لکھوں گا اور خوشتر[1] صاحب گرامی سے بھی ایک مطمئن وعدہ کر لیجیے۔ مگر بچوں
کے لئے ۱۵ صفحات فل اسکیپ سائز کا مضمون بہت لمبا ہو جائے گا جو اُن کی
معصوم طبیعت پر بار گزرے گا۔ یہ میرا ذاتی خیال ہے۔

بہرحال میں مضامین کل سے لکھنا شروع کر دوں گا اور آخر اپریل تک
آپ کو بھیج دوں گا۔ معاوضہ جب آپ طے کر چکے ہیں تو میں اس میں اضافہ
نہیں کرنا چاہتا۔ چالیس روپیہ فی مضمون منظور ہیں۔

بچے کا مونڈن مبارک ہو اور خدا اسے درازی عمر و اقبال عطا فرمائے
میری طرف سے دعا کہیے۔ اُمید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

دعاگو
سیماب

[1] رام رکھا خوشتر گرامی ایڈیٹر بیسویں صدی لاہور و دہلی

-۱۲۷-

آگرہ - ۱۳ اپریل ۴۶ء

محبیّ ضیا صاحب، سلام شوق خط ملا نظمیں بعد اصلاح واپس ہیں خوشتر صاحب کے متعلق جو تذبذب آپ کو ہے وہ مجھے بھی تھا۔ لیکن چونکہ معاملہ آپ کے توسط سے ہوا۔ اس لئے میں نے اپنے تذبذب کا اظہار آپ پر نہیں کیا۔ زیادہ مناسب یہی ہے کہ آپ اُن سے ایک مضمون کی اجرت چالیس روپیہ پیشگی بھجوا دیں۔ ایک مضمون انہیں بھیجدیا جائے اور باقی مضامین ذریعہ وی۔ پی ان کے پاس بھیجدیئے جائیں۔ اس طرح معاملہ صاف رہے گا۔ آئندہ جیسی آپ کی رائے ہو۔ مولانا ابوالکلام آزاد پر ایک مضمون پرسوں تیار ہو جائے گا اور صاف بھی ہو جائے گا۔ سردار ولبھ بھائی پٹیل کے حالات زندگی یہاں کسی لائبریری میں نہیں۔ رام لال صاحب ورما مدیر "ہند" دہلی کو اس کے متعلق خط بھی لکھا تھا۔ ابھی تک ان کا بھی کوئی جواب نہیں آیا۔ ان کے حالات کہاں سے ملیں گے۔

مضامین کی زبان سادہ ہی ہوگی مگر "ہندوستانی" بھی بغیر عربی فارسی مروجہ الفاظ کے نہ بولی جا سکتی ہے نہ لکھی جا سکتی ہے۔ ریڈیو کی ہندوستانی زبان میں بھی فی صدی چالیس الفاظ عربی فارسی کے ہوتے ہیں اور "ہندوستانی" کے حامی اُردو اخباروں کی زبان تو ابھی تک سو فیصدی اُردو ہے۔ تاہم میں نے آسان زبان اختیار کرنے کی انتہائی کوشش کی ہے۔

"الوارث" کے لئے تو آپ کو کوئی مضمون لکھنا چاہیئے تھا جب آپ بھی محض ایک سانیٹ پر ٹال دیں گے تو پھر مضمون اور کون لکھے گا؟ مانا کہ آپ عدیم الفرصت اور بے حد مصروف ہیں۔ تاہم ضروری اور فرض قسم کے کاموں

کے لئے تو وقت نکالنا ہی پڑتا ہے۔ نکالئے۔

آج ریڈیو پر M.L.SONI کی نظموں کا اعلان ہوا ہے۔ ضیا نہیں کہا گیا۔ مجھے اس سے تکلیف پہنچی۔ میں بھی سُنوں گا اور آپ کی آواز سُن کر یک گونہ مسرّت محسوس کروں گا۔ خدا کرے کہ آپ ہی نظم خواں ہوں اور M.L.SONI کوئی اور نہ ہو۔

میں نے ۱۹۳۶ء میں کانگریسی نظموں کا ایک مجموعہ تیار کیا تھا۔ اس کا نام ہے "آزادی کے ہیرو اور دوسری نظمیں"۔ اس کے عنوانات حسب ذیل ہیں:

(۱) علمبردارانِ آزادی: انڈین نیشنل کانگریس کی پنجاہ سالہ مختصر منظوم تاریخ (۲) ہندوستان کا بوڑھا ہادی (۳) پنڈت جواہر لال نہرو (۴) مولانا ابوالکلام آزاد (۵) خان عبدالغفار خاں (۶) ہمارا فقیر رہنما، قومی نظمیں: (۷) قومی گیت (۹) تکلی میں سوت پروتا ہوں (۱۰) کانگریس تخت وزارت پر (۱۱) قومی ہفتہ اور مسلمان (۱۲) باردولی ستیہ گرہ (۱۳) کانگریس نگر جانے والوں سے (۱۴) زعمائے مصر اور زعیم ہند۔ گرام سدھار: (۱۵) کسان کا بھجن (۱۶) کسان (۱۷) کھیتی (۱۸) رہائش کا طریقہ (۱۹) مویشی (۲۰) گرام سدھار: (۲۱) زراعت اور تجارت (۲۲) ورزش (۲۳) علم اور گیان (۲۴) کسان کی پرارتھنا

اگر اس مجموعہ کا حق تالیف کوئی لینا چاہے اور اچھا معاوضہ دینے کو تیار ہو۔ یعنی کم از کم ایک ہزار روپیہ تو میں اس کے دائمی حقوق دے دوں گا۔

آل انڈیا ریڈیو دہلی سے ۱۶ فروری کو ‎18/8‎ کے واؤچر میرے پاس دستخط کے لئے پہنچے تھے جو دستخط کر کے میں نے واپس روانہ کر دیئے۔ مگر روپیہ مجھے ابھی تک نہیں ملا نہ کوئی چیک آیا۔ ذرا اس کے متعلق تفتیش کیجئے۔ ایک REMINDER بھی بھیج چکا ہوں۔ مگر جواب ندارد۔ واؤچر جس خط کے ساتھ آئے تھے

اس کا نمبر ۹۳۹۹ اور تاریخ روانگی ۱۲؍فروری ۴۸ء تھی۔
خط بہت طویل ہوگیا ہے مگر سب باتیں ضروری تھیں۔ جواب کا منتظر ہوں۔
دعاگو سیماب

-۱۲۸-

آگرہ۔ ۲۰؍اپریل ۴۸ء

محبِ گرامی، سلامِ عافیت۔ خط ملا۔ نظمیں بعد نظرِ ثانی واپس ہیں "مولانا ابوالکلام آزاد" پر مضمون مکمل کر کے آج ذریعہ رجسٹری بھجوا رہا ہوں۔ رسید کا منتظر ہوں۔

کام چونکہ آپ کے ذریعہ ہو رہا ہے اس لئے میں قطعاً مطمئن ہوں۔
یہی زیادہ مناسب ہے کہ جو مضمون پہنچے اس کی اجرت بھجوا دی جائے۔
مضمون اگر کسی اور کے نام سے چھپے گا تو بھی مجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔
ریڈیو کا معاملہ ذرا اور طے کرا دیجیے۔ امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔
میں نے کسی کو کبھی کوئی خط اس خیال سے نہیں لکھا کہ وہ شائع کیا جائے گا۔ اگر میرے ان خطوط میں جو آپ کے پاس ہیں کچھ خط ایسے ہوں تو انتخاب کر لیجیے لیکن بھیجنے سے ذرا پہلے مجھے دکھا لیجیے۔ پھر کوئی اور اہم مضمون لکھیے مگر اب وقت کم ہے۔

دعاگو
سیماب

۱۲۹

آگرہ۔ ۲۱؍اپریل ۴۸ء

محبِ صادق ضیا صاحب۔ سلامِ عافیت

مرسلہ اعتراضات بالکل لچر اور پوچ ہیں۔ خصوصاً جس اعتراض کو آپ

سب سے زیادہ اہم سمجھتے ہیں وہی سب سے زیادہ کمزور ہے۔ اعتراض کرنے والے
کے منہ میں لگام نہیں ہوتی۔ لوگوں نے خدا کے کلام پر بھی اعتراض کیے ہیں۔ استغفر اللہ

تمہیں نے داغ نرالے نہیں اٹھائے ستم
سلف سے یوں ہی مرے یار ہوتی آئی ہے۔

عبادت بریلوی، اپنی ایک کتاب کی وجہ سے چل نکلے ہیں۔ ورنہ اُن میں
تنقیدی صلاحیت مفقود ہے۔ مضحکہ زیادہ اڑاتے ہیں۔ اس پر لوگ خوش
ہو جاتے ہیں ۔۔ اُن سے کہیئے کہ اگر اس نظم پر انہیں کچھ اعتراضات ہیں
تو معیاری رسالے میں کوئی مضمون لکھیں تاکہ جواب دینے کا پورا حق حاصل
ہو ۔ حقیقت یہ ہے کہ اُن کے کسی اعتراض میں مطلق جان نہیں ہے
مولانا ابوالکلام پر کل مضمون بھیج چکا ہوں۔ ریڈیو کا معاملہ کس منزل
پر ہے ۔

دعاگو سیماب

-۱۳۰-

آگرہ ۔ ۲۷ر اپریل ۴۸ء

محبی ضیا صاحب سلام عافیت

اپنے خطوط دیکھے۔ ان میں بعض ناقابلِ اشاعت ہیں۔ یعنی اُن میں
کوئی بات ہی ایسی نہیں ہے اور بعض کی اشاعت خلافِ مصلحت ہے
ایسے خطوط پر میں نے × کا نشان لگا کر اُنہیں قابلِ اشاعت خطوط سے
الگ کر دیا ہے۔

باقی خطوط آپ الوارث کو بھیج سکتے ہیں مگر میری رائے یہ ہے
کہ اُنہیں اصلی خطوط نہ بھیجے جائیں۔ ان کی نقل بھیجی جائے اور اصلی
خطوط آپ کے پاس بطور سند موجود رہیں۔

بعض خاص لوگوں کو جن پر اعتماد ہوتا ہے۔ ایسی باتیں بھی خطوں

میں لکھ دی جاتی ہیں جن کا پبلک کے سامنے آنا مناسب نہیں ہوتا۔ ایسی باتیں جو صرف آپ کی آگاہی کے لئے میں نے اپنے خطوں میں لکھی تھیں وقتِ اشاعت کاٹ دینی چاہئیں۔ تمہید آپ نے بہت اچھی لکھدی ہے۔ خطوط کی نقل مع تمہید کے "الوارث" کو جلدی بھجوا دیجئے۔ نقل کرنے میں دقّت ضرور ہوگی۔ لیکن کسی کاتب سے یہ کام لیا جا سکتا ہے اور اگر آپ اصلی خطوط بھیجنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تو پھر اصلی خطوط ہی بھیجدیجئے۔

مہاتما گاندھی اور پنڈت جواہر لال صاحب پر مضامین پرسوں ختم ہو جائیں گے۔ روپیہ مجھے اس وقت تک نہیں ملا ہے۔

افسانہ لکھنے کی کوشش کروں گا۔

سردار پٹیل کے حالات آپ نے نہیں بھیجے اور نہ آل انڈیا ریڈیو والا معاملہ اب تک صاف ہوا۔ امید ہے کہ شادی کی مصروفیت اب ختم ہو گئی ہوگی اور آپ ان دونوں کاموں کی طرف متوجہ ہو سکیں گے۔ خدا کرے آپ مع الخیر ہوں۔

دُعاگو
سیماب

۔۱۳۱۔

آگرہ ۳؍ اپریل ۴۸ء

محبِّ گرامی، سلام عافیت۔ خوشتر صاحب کے بھیجے ہوئے چالیس روپے کل وصول ہو گئے۔ آج پنڈت "جواہر لال نہرو" پر مضمون آپ کو بھیجدیا گیا ہے یہ بھی اُنہیں دے کر روپیہ بھجوا دیجئے۔ مہاتما جی پر مضمون پیر کے روز روانہ کردونگا۔ کیا خطوط صاف کر لئے؟ ایک مقامی کام آپ کے سپرد کیا تھا۔ آپ کو شاید توجہ کی فرصت نہ ملی۔ اُمید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔ اور سردار پٹیل کے متعلق ؟

دُعاگو
سیماب

۱۳۲

آگرہ ۳ مئی ۴۸ء

ضیا صاحب۔ دعائے عافیت۔ دوسرا مضمون آپ کو پہنچ گیا ہوگا اور آپ نے خوشتر صاحب کو دیدیا ہوگا۔ اُن سے کہئے کہ آئندہ صرف منی آرڈر اس پتہ پر بھیجا کریں :- معصوم منزل۔ غالب پورہ خورد۔ نائی کی منڈی۔ آگرہ

سیماب

-۱۳۳-

آگرہ ۔ ۵ رمئی ۴۸ء

محبیّ ضیا صاحب۔ سلامِ عافیت۔ خط ملا۔ آپ کو تو معلوم ہے کہ پنڈت جی پر جو مضمون لکھا گیا ہے وہ اُن کی کتاب "میری کہانی" اور ایک ہندی کتابچہ سے ماخوذ ہے۔ میری کہانی کے ایک ہزار صفحات میں کوئی اہم واقعہ ایسا نہیں ہے جو اِن ۲۰ صفحات میں نہ آگیا ہو۔ پنڈت جی کی لٹریری زندگی سے ہم واقعی واقف نہیں ہوں۔ اگر اس کا اظہار ضروری ہو تو اپنے قلم سے ایک صفحہ بڑھا دیجئے "اگر پدر نہ تواند پسر تمام کند" یہ کوئی ایسی بڑی بات نہ تھی جس کے لئے آپ نے مجھے لکھا آئندہ جیسا آپ چاہیں۔

ریڈیو سے برٹش راج میں کبھی ایسی تاخیری غلطی نہیں ہوئی۔ آخر اس کا علاج؟ ابھی تک آپ کا ماہانہ منی آرڈر بھی نہیں پہونچا۔ پہلے مضمون کے معاوضہ کی وصولیابی کی اطلاع ذریعہ کارڈ میں آپ کو دے چکا ہوں اور منی آرڈر بھیجنے کے لئے گھر کا پتہ بھی اُس میں لکھ چکا ہوں۔

مضمون میں اضافہ کر کے خوشتر صاحب کو دیدیجئے۔ بچوں کے مضمون میں ادبی بلندی کا خیال نہیں رکھا جاتا۔

دعاگو

سیماب

مہاتما گاندھی پر جو مضمون لکھا ہے وہ بھی بذریعۂ رجسٹری آپ کو بھیج دیا گیا ہے
۴۰ + ۴۰ + ۱۰ یہ نوّے (۹۰) روپیہ بذریعۂ منی آرڈر گھر کے پتہ پر اُن سے بھجوا دیجئے اور
ذرا جلدی بھجوا دیجئے۔ تاکہ محنت کے مآل کا احساس ہو۔ اگر آپ اپنے روپیہ بھی
ساتھ ہی روانہ کر دیں تو بہت اچھا ہو۔ سردار پٹیل کے حالات کے لئے کئی خط
مختلف پبلشروں کو لکھ چکا ہوں۔ کسی نے جواب نہیں دیا۔ کہیں سے حالات
مل گئے تو وہ مضمون بھی لکھ دوں گا۔

ریڈیو اسٹیشن نے ۱۸/۸ اب تک نہیں بھیجے۔ آپ نے کیا کوشش کی۔
آپ کی غزل بھی بھیج رہا ہوں جواب جلد دیجئے۔ امید کہ آپ بہمہ وجوہ مع الخیر و
مسرور ہوں گے۔

دعاگو۔ سیماب اکبر آبادی

-۱۳۵-

آگرہ۔ ۲۹ مئی ۱۹۴۸ء

مجی ضیا صاحب۔ سلام شوق۔ کل خوشتر صاحب نے
حساب بے باق کر دیا ہے۔ اب آپ کی خیریت کا طالب ہوں۔ کوئی کام اور
دلوا دیجئے۔ تاکہ میں اپنا بار خود اٹھا سکوں۔ اُمید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

دعاگو۔ سیماب اکبر آبادی

-۱۳۶-

آگرہ۔ ۱۰ جولائی ۴۸ء

محبی ضیا صاحب۔ پہلے منی آرڈر اور پھر آپ کا خط ملا
فیروز اللغات، میرے خیال میں اچھا لغت ہے۔ دو جلدوں میں ہے
فیروز پرنٹنگ پریس لاہور یا کراچی سے منگا لیجئے۔ اس میں الفاظ بھی ہیں اور
محاورے بھی۔

نور اللغات بھی جامع لغت ہے۔ صدیق بکڈپو لکھنؤ سے ذریعۂ خط اس کی تفصیل معلوم کر لیجئے۔

"ماہِ نو" آپ نے دیکھا۔ میری غزل نظر سے گذری۔ مگر آپ پڑھ نہ سکے۔ یہ بات سمجھ میں نہ آئی۔ غزل پڑھنے میں آخر کیا دقت تھی؟

کیا "آجکل" والے مشاہیرِ ادب کو اب بھی اشاعتِ کلام کا معاوضہ دیتے ہیں اور کیا یہ اطلاع صحیح ہے کہ جوش آجکل اِدارۂ "آج کل" میں چیف ایڈیٹر ہو گئے ہیں؟

میں نے اپنے لئے کوشش کی تھی۔ مگر کچھ جواب نہ ملا۔ خدا جانے خط پہنچا بھی یا نہیں۔ جوش تو بہت سی سفارشیں لے آئے ہوں گے۔ میری سفارش کون کرتا!

"شعاعیں"[1] پر میرا اعتراض تسلیم کرنے کے بعد آپ نے اُسے اُٹھانے کی کوشش کی ہے۔ تو ضیا صاحب "عین" کہنے کے بعد بھی مُنہ بند کہاں ہوتا ہے دانت اور ہونٹ برابر کھلے رہتے ہیں۔ یہاں الفاظ کی صوت اور تلفظ کا سوال نہیں ہے۔ قاعدے اور گرامر کا سوال ہے۔ شعاعیں کسی لفظ کے ساتھ مضاف الیہ نہیں بن سکتا۔ دوسری بات یہ کہ یہ کسی رسالہ کا نام نہیں معلوم ہوتا بلکہ کسی مضمون کا عنوان معلوم ہوتا ہے

اعجاز اور منظر سے آپ براہِ راست مطالبہ کریں۔ جہاں تک مجھے علم ہے۔ اپنی بے انتہا مصروفیتوں کی وجہ سے اب ان میں سے کوئی شعر نہیں کہتا۔ رہا میں تو آپ سے وعدہ کر چکا ہوں کہ ذرا موسم خوشگوار ہو تو

---

[1] اس نام سے ایک ماہنامہ "ریاست" سے الگ ہونے کے بعد مشہور افسانہ نگار ...... نے دہلی سے جاری کیا تھا جس کے ادارے میں ضیا کا نام بھی کچھ دیر کے لئے شامل رہا۔

کچھ نہ کچھ ضرور بھیجوں گا۔ اطمینان رکھیے۔

میرے پاس آپ کی کوئی غزل محفوظ نہیں ہے جو غزل آتی ہے جلد ہی واپس کر دیتا ہوں۔ آجکل نزلے اور زکام کی وجہ سے طبیعت اچھی نہیں ہے اور اعضا شکنی اور گرانیِ دماغ نے پریشان کر رکھا ہے۔ امید ہے کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

دعاگو۔ سیماب

-۱۳۷-

آگرہ ۰۵-۱۶، جولائی ۱۹۴۷ء

محبی ضیا صاحب۔ سلام عافیت۔ جولائی کی "شعاعیں" پہنچیں۔

آج میں نے پہلی مرتبہ رسالہ کا مطالعہ اس نظر سے کیا کہ اس کے حصۂ نظم کے مدیر آپ ہیں۔ مطالعے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ آپ نے نظموں کی ترتیب و انتخاب میں نظرِ غائر سے کام نہیں لیا یا نظمیں آپ کو دکھائے بغیر چھاپ دی گئیں۔ مثالاً فریبِ تصوّر (صفحہ ۲۹) میں دوسرا مصرع "بر میرا تنِ انتظار رہنے دے" بالکل مہمل مصرع ہے "تنِ انتظار" کیا معنی، کیا آپ نے خود یہ ترکیب کبھی استعمال کی ہے؟ یا کہیں اور دیکھی ہے؟

ایک غزل (صفحہ ۳۶) میں تین غلطیاں ہیں۔ چوتھے شعر کے دوسرے مصرع میں "صبح" بروزن "جلوہ" استعمال کیا گیا ہے جو قطعاً غلط ہے۔ صُبح بروزن شکر صحیح ہے۔ حرفِ مضاف ہونے کی صورت میں ح مکسور ہو سکتا ہے مگر مفتوح کبھی نہیں ہوتا۔ نویں شعر میں "خُنک" کا تلفظ بھی غلط ہے "خُنُک" ہونا چاہیے بروزن "سُبک"۔ آٹھویں شعر میں "سراپا" کا الف غائب ہو جاتا ہے۔ ان اغلاط کی موجودگی میں یہ غزل قابلِ اشاعت نہ تھی۔ نظم پبلشر (صفحہ ۴۰) کے

---

[1] یہ درست ہے کہ تمام نظمیہ حصہ ضیا کو نہیں دکھایا جاتا تھا۔

تیسرے شعر کا دوسرا مصرع خلافِ بحر ہے۔ اگر اپنے ہی نام سے چھپالوں گا۔ بھی پڑھا جائے تو محاورتاً غلط ہے "چھپوالوں گا" ہونا چاہیئے۔

محوی صاحب کی غزل بالکل بے کیف و بے اثر اور طفلانہ ہے۔ جس کی اکثر ردیفیں محاورہ کے خلاف ہیں اور "ارے او" وغیرہ الفاظ نے غزل کو رکیک بنا دیا ہے۔

میری غزل کے دوسرے مطلع کے پہلے مصرع میں "دَور" پر زبردستی پیش لگا کر "دُور" بنا دیا گیا ہے۔

کیا نقّاد نے مسکرا کر قلم ہاتھ میں نہ لے لیا ہوگا؟ آٹھویں شعر میں "گھبرائیاں" تھا اُسے "گھرایان" بنا دیا گیا ہے۔ اگر شوکت جونپوری نے غزل غلط نقل کی تھی تو آپ اُسے دیکھ کر صحیح کر سکتے تھے۔ ہاں یہ ڈاکٹر شوکت جونپوری کون بزرگ ہیں؟ میں انہیں مطلق نہیں جانتا۔ نہ فہرست تلامذہ میں ان کا نام ہے۔ نہ دفترِ احباب میں۔ انہیں میری غزلیں رسائل میں بھیجنے کا کیا حق ہے؟ یہی غزل انہوں نے "نکہت" الہ آباد کو بھیجی تھی۔ رسالہ والوں نے مجھ سے براہ راست اجازت مانگی تو میں نے اشاعت کی اجازت نہ دی اس لئے کہ یہ غزل جسے شوکت مختلف رسالوں میں بھیج رہے ہیں مدّت ہوئی "آجکل" میں شائع ہو چکی ہے اور اس کا معاوضہ اشاعت بھی مجھے مل چکا ہے۔ ذرا ان حضرت کا پتہ مجھے لکھ دیجیے کہ میں اُن کو ڈانٹ دوں یا آپ خود ان کی ایسی خبر لیں کہ آئندہ وہ ایسی حرکت نہ کریں۔

صفحہ ۱۰ پر جو گیت شائع ہوا ہے اُس میں دو جگہ کتابت کی غلطیاں رہ گئی ہیں "مل جل" کر "وہ پریم نگر سے" اور "جیو ہیں گیسے ہائے" ہونا چاہیئے۔ کر اور میں دونوں لفظ رہ گئے ہیں۔ اب آپ اپنی صفائی میں کیا کہتے ہیں۔ کہیئے۔

طالب جواب دعاگو سیماب

-۱۳۸-

آگرہ ۔ ۱۶ ؍ جولائی ۴۹ء

مجتبیٰ ضیا صاحب ۔ دعا ۔ خط ملا ۔ دونوں نظمیں بعد اصلاح واپس
ہیں ۔ غزل کے دوسرے مصرع میں قافیے سے پہلے جب تک کلمۂ نفی "نہ" ہو مصرع
کا مفہوم پورا نہیں ہو سکتا ۔ چنانچہ غزل کا صرف پانچواں اور چھٹا شعر صحیح ہے ۔ باقی
سب غلط ہیں ۔

جوش صاحب کا کوئی خط آئے گا تو کچھ بھیج دوں گا ۔ نہ آیا تو آپ کے
ذریعہ سے کچھ بھجواؤں گا ۔ لیکن یہ یک گونہ زبردستی اور "مان نہ مان میں تیرا
مہمان" کا مصداق ہوگا ۔ سانیٹ کا عنوان آپ کچھ اور بدل لیں تو اچھا ہے
میں نے اپنے پچھلے خط میں ڈاکٹر شوکت جونپوری کے متعلق آپ سے استفسار کیا تھا
کل اُن کا ایک رجسٹرڈ خط مجھے ملا ہے جو آپ کے دیکھنے کے لئے بھیج رہا ہوں ۔
میں نے ابھی کچھ جواب نہیں دیا ہے ۔ یہ خط دیکھ کر مجھے جلد واپس کر دیجئے ۔
اور لکھئے کہ میں ان حضرت کو کیا لکھوں ۔ ان کی اس حرکت پر سخت CONDE-
MNATION کی ضرورت ہے ۔ کم از کم اپنے رسالہ میں ان کے متعلق کچھ وضاحت
سے [لکھ دیجئے تاکہ وہ آئندہ] کسی رسالہ کو دھوکا نہ دے سکیں ۔ میں بھی آپ کا
خط آنے کے بعد [ضروری کارروائی کروں گا] میں اچھا ہوں ۔ اُمید کہ آپ
بھی مع الخیر و مسرور ہوں گے ۔

الوارث ۔ کے خاص نمبر کے لئے آپ نے واقعی کچھ بھیجا ہے یا
نہیں ۔ اگر کچھ نہ بھیجا ہو تو اب پہلی فرصت میں کچھ ضرور بھیج دیجئے ۔

دعا گو
سیماب

-۱۳۹-

آگرہ - ۲۶ر جولائی ۴۸ء

باسمہٗ

ضیا صاحب میں آپ کو دو خط لکھ چکا ہوں اور آپ نے جواب ایک کا بھی نہیں دیا۔ بواپسی اپنی خیریت سے اطلاع دیجیے۔

جوشؔ صاحب کا خط آچکا ہے اور میں انھیں ایک نظم بھیج چکا ہوں

دعاگو - سیماب

-۱۴۰-

آگرہ - ۱۳ر اگست ۴۸ء

محبّی ضیا صاحب - دعائے عافیت - میں ۱۵ ر اگست کو اتوار کے دن صبح گرانڈ ٹرنگ ایکسپریس سے یا ای آئی آر ایکسپریس سے دہلی آرہا ہوں۔ پہلی ٹرین ۱۰-۱۱ بجے اور دوسری کوئی ایک بجے دوپہر کو دہلی جنگشن پہنچتی ہے - میں چاہتا ہوں کہ آپ اسٹیشن پر آجائیں اور یہ دونوں ٹرینیں دیکھ لیں - باقی وقتِ ملاقات -

دعاگو - سیماب

-۱۴۱-

کراچی -

عزیزی و محبّی ضیا صاحب دعا - دہلی سے آنے کے بعد میں نے آپ کو کوئی خط نہیں لکھا - اس کا سبب صرف یہ تھا کہ جس کام کے لئے یہاں آیا ہوں وہ کام اب تک نہیں ہوا اور اسی کی تگ و دو میں لگا ہوا ہوں -

لاہور میں تاج کمپنی کی صرف برانچ ہے - مرکزی دفتر کراچی میں ہے - اس لئے لاہور سے یہاں چلا آیا ہوں اور تاج کمپنی والوں سے برابر قرآن مجید کے

ترجمہ کے متعلق گفتگو کر رہا ہوں۔ چونکہ کام اہم اور بڑا ہے۔ اس لئے وہ ہنوز کوئی فیصلہ نہیں کر سکے۔ جب ملتا ہوں۔ دو چار روز کے لئے ٹال دیتے ہیں اور میں نے سوچا ہے کہ ترجمہ کا آخری فیصلہ کر کے جاؤں گا۔ آخر کب تک انتظار ہی انتظار میں اتنی قیمتی چیز کو معرضِ التوا میں پڑا رہنے دوں۔

آگرہ جو خطوط آپ نے لکھے ہیں اُن سے معلوم ہوا کہ میری عدم موجودگی سے مخالفین کو مخالفت اور غلط پروپیگنڈے کا کافی موقع مل گیا ہے۔ مگر مجھے اس سے مطلق ہراس نہیں۔ اس لئے کہ جو باتیں آپ نے لکھی ہیں وہ سر تا پا غلط ہیں۔ سب سے پہلی اور بنیادی غلطی تو یہی ہے کہ میں ہندوستان میں مسلم لیگ کا حامی تھا۔ اگر مخالفین اپنی پوری قوتیں صرف کر دیں تو بھی ثابت نہ کر سکیں گے کہ میں لیگ کا سہر کا کبھی ممبر بھی ہوا تھا۔ لیگ کی موافقت میں کوئی نظم میں نے آج تک نہیں لکھی۔ "کارِ امروز" اور "ساز و آہنگ" میں مہاتما گاندھی اور کانگریس پر متعدد نظمیں ہیں اور لیگ پر ایک بھی نہیں ہے۔ پھر یہ کہنا کہ میں مسلم لیگ کا حامی تھا کس قدر غلط اور لغو ہے

دوسری بات یہ کہ میں نے یہاں آنے کے بعد کوئی ایک نثر مضمون برائے نام بھی نہیں لکھا۔ اگر کوئی ایک مضمون بھی دکھا دے تو میں ایک ہزار روپیہ جرمانہ دینے کو تیار ہوں۔ میں نے کوئی ایسی نظم بھی نہیں کہی جو حکومتِ ہند کے خلاف اشارتاً یا کنایتاً بھی ثابت کی جا سکے۔ آپ جانتے ہیں مجھے سیاست سے کوئی دلچسپی نہیں۔ میری تمام عمر ادبی خدمات میں کٹی ہے تو پھر اب سیاست میں کیا حصہ لوں گا میں نے لاہور میں قائدِ اعظم کی وفات پر البتہ چند نظمیں کہی ہیں جن میں کوئی نظم حکومتِ ہند کے متعلق نہیں ہے۔ اگر میں اس وقت ہندوستان میں ہوتا تو بھی یہ نظمیں ضرور کہتا۔ میرا ضمیر آزاد ہے۔ میں شاعر ہوں۔ کانگریس اور لیگ کی پابندیوں

سے ہمیشہ آزاد رہا ہوں۔ فرقہ وارانہ ذہنیت کبھی نہیں رہی اور ان تمام حقیقتوں کو کوئی جھٹلا بھی نہیں سکتا۔

"پارس"¹ تو ہمیشہ میرے خلاف بکواس کرتا رہا ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ مجھے تو ترکِ وطن کا احساس تک نہیں ہے اس یقین کے ساتھ، جب چاہوں گا ہندوستان چلا جاؤں گا۔ ہندوستان میں ساٹھ پیڑیاں گزری ہیں۔ وہاں کے در و دیوار سے محبت ہے۔ گو میں وطنیت کا قائل نہیں مگر جہاں انسان ستّر برس (۷۰) تک رہے وہاں کے ماحول سے محبت ہو ہی جاتی ہے۔ اس لئے مجھے بھی اپنے وطن سے محبت ہے۔ آپ آج ہی محبی پنڈت گوپی ناتھ امن سے ملیں جو دلی میں پراونشل پریس آفیسر ہیں۔ اُن کے پاس لاہور اور کراچی کے تمام اخبارات پہنچتے ہیں۔ اُن سے دریافت کریں کہ آیا انہوں نے میری کوئی نظم یا کوئی نثر مضمون ایسا دیکھا ہے جس میں حکومتِ ہند کے خلاف کچھ لکھا گیا ہو۔ اُن کا فیصلہ صحیح فیصلہ ہوگا۔ اگر اُن کا ارشاد میری تحریر کے مطابق ہو تو اسی کو بنیاد بنا کر اُن تو ہمات، ظنّیات اور لغویات کی تردید کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہے جو میرے خلاف مخالفین نے پھیلا رکھی ہیں۔ آپ کو تو خود خیال کرنا چاہیے کہ کیا اب میری عمر اس قابل ہے کہ میں حکومت میں کوئی سیاسی درجہ حاصل کرسکوں گا! جس کام کے لئے آیا ہوں وہ کام اگر آج ہو جائے تو کل ہی یہاں سے روانگی کا انتظام کروں۔ یہاں کی آب و ہوا اور ماحول مجھے پسند نہیں ہے۔ امن صاحب سے گفتگو کے بعد مجھے فوراً خط لکھئے کہ آپ مطمئن ہوسکے یا نہیں؟ — اپنی خیریت سے بھی اطلاع دیجئے۔ بچوں کو دُعا۔

دعاگو: سیماب اکبرآبادی

---

¹ اکرم چند کا ہفتہ وار "پارس" پہلے لاہور سے اور پھر دلی سے نکلتا رہا۔

-۱۴۳-

کراچی۔ ۳ رمئی ۴۹ء

بسم اللہ تعالیٰ

محبیّ دعا۔ آج کراچی میں پہلی مرتبہ آپ کا خط آنے سے مجھے جتنی مسرّت ہوئی وہ ناقابلِ بیان ہے۔ آگرہ کے بعض خطوط سے معلوم ہوا تھا کہ آپ مجھ سے کچھ بدظن ہیں۔ میں نے اس بدظنی کو دور کرنے کے لئے آپ کے پاس ایک خط بھی بھیجا تھا مگر معلوم نہیں وہ آپ کو ملا یا نہیں۔

میرا ارادہ ہرگز کراچی آنے کا نہ تھا مگر اثنائے قیام لاہور میں یکایک اطلاع ملی کہ مظہر حسین سلمہ' مع اپنی والدہ، اپنی بیوی اور بھانجی کے براہ بمبئی کراچی پہنچ رہے ہیں۔ یہ اطلاع میرے لئے پریشان کن تھی اور میں آگرہ جانے کی بجائے کراچی آنے پر مجبور تھا۔

مظہر حسین مجھ سے پہلے کراچی پہنچ گئے اور مجھے کئی تار دیئے کہ میں فوراً کراچی پہنچوں۔ پہنچا۔ حکومت نے مجھے فوراً ایک مکان دے دیا۔ ایک دوکان دے دی۔ یہ سب کچھ ہوا۔ مگر یہاں آکر ازسرِ نو زندگی شروع کرنے میں پھر بھی بڑی جدوجہد کرنی پڑی۔ اب "پرچم" بھی نکل رہا ہے۔ مجھے کچھ تصنیفی کام بھی مل گیا ہے۔ دوکان بھی کتابوں کی کھول دی ہے اور جامعہ ادبیہ کے نام سے شعروادب اور صحافت نگاری کی تعلیم کے لئے ایک انسٹی ٹیوشن بھی باقاعدہ جاری ہے۔ یہ اُس تعطل کا ردِ عمل ہے جو آگرہ میں میری زندگی پر مسلط ہو چکا تھا۔ اور جس میں مجھے کوئی زندگی نظر نہ آتی تھی جتنا بے کار تھا اب اُتنا ہی مصروف ہوں۔

آپ کے سوءِ ظن کے باوجود مجھے آپ کے خلوص و عقیدت پر آج تک اعتماد

ہے۔ آپ نے دہلی میں مجھے جھٹکے [1] کا گوشت کھلا دیا۔ مگر میں نے علم ہونے کے باوجود آپ سے کچھ نہ کہا اور نہ آپ کے خلوص پر شبہ کی نگاہ ڈالی۔ جھٹکہ بھی آخر ایک بڑی اور مذہبی قوم کا معمول ہے۔ اُس سے نفرت کرنے کی کوئی وجہ نہیں البتہ اُس سے گریز و پرہیز صرف عادت کے ماتحت ہے۔ بہر کیف مجھے آپ کے خلوص پر کبھی کوئی شک نہیں ہوا۔ ہر چہ از دوست میرسد نیکوست

محترمی ڈاکٹر سیتا رام بالقابہ ہائی کمشنر انڈیا سے یہاں ایک ادبی اجتماع میں ملاقات ہوئی۔ فرمایا: "سیماب صاحب کیا اب آپ سے ہم بالکل محروم ہو جائینگے؟ کتنا دلاویز و دردانگیز استفسار تھا۔ آنکھیں پُرنم ہو گئیں۔ دل بھر آیا میں نے عرض کیا۔ میں پہلے ہندوستانی اور اس کے بعد سب کچھ ہوں۔ بین القومی شاعر ہوں۔ مجھے نہ ہندوستان سے بیر ہے نہ پاکستان سے۔ آب و دانہ یہاں لے آیا ہے۔ جب چاہوں گا پھر ہندوستان چلا جاؤں گا۔" فرمایا۔ "آپ آدھی رات کو بھی جا سکتے ہیں۔ آپ کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔" ضیا صاحب اس تمام داستان سے میرا مطلب یہ ہے کہ مجھ پر کسی قسم کا شک کرنا میری فطرت سے غیر آگہی کی دلیل ہے۔ نہ میں ہندوستان کو بھول سکتا ہوں نہ ہندوستان مجھے بھول سکتا ہے۔ ستر برس کی مضبوط مرکزیت میری عارضی نقل و حرکت سے فنا نہیں ہو سکتی اور نقل و حرکت مستقل ہو تو بھی مرکزیت کو نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ ایک شاعر جو فطرتاً اور خلقتاً شاعر ہو کسی ملک کی تہذیب و تعمیر کے لئے قدرت کی طرف سے متعین کیا جاتا ہے۔ میں بھی اسی فرض کی ادائیگی کیلئے

---

[1] ضیا نے سیماب کے ٹھہرنے کا انتظام لکشمی ہوٹل، چاندنی چوک میں کر دیا تھا۔ وہ خود نہیں جانتا تھا کہ وہاں جھٹکے کا گوشت SERVE کیا جاتا ہے یا حلال کا۔ تعجب ہے کہ سیماب نے بھی گوشت کھانے سے پیشتر یہ بات معلوم کیوں نہیں کر لی۔

یہاں قدرت کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور جو کام فطرت لے رہی ہے کر رہا ہوں۔ جب ہندوستان کو میری ضرورت ہو گی وہاں بھیج دیا جاؤں گا۔ غرض کہ انسان قدرت کے ہاتھ میں ایک کھلونا ہے اور مجبور محض۔

آگرہ کی طرح میری مصروفیت کا خیال رکھتے ہوئے آپ اپنا کلام اصلاح کے لئے یہاں بھی بھیج سکتے ہیں۔ اس کے لئے اجازت لینے کی کیا ضرورت تھی؟ "پرچم" کا وی پی بھجوا رہا ہوں۔ موسم یہاں ہمیشہ غیر معتدل رہتا ہے۔ رات بھر شبنم برستی ہے اور دن بھر دھوپ۔ مگر ہوا چلتی رہتی ہے۔ یہاں میرے کوئی بیس شاگرد آ چکے ہیں اور "انجمن ترویج اردو" کے نام سے ایک ادبی انجمن بھی کھل گئی ہے اپنی خیریت سے اطلاع دیتے رہیئے۔

دعاگو۔ سیماب

-۱۴۳-

کراچی۔ ۹ جون ۴۹ء

ضیا صاحب۔ اب بھولی ہوئی کہانیاں یاد نہ دلایئے۔ کیا آپ ابھی تک کانپور[1] رہی ہیں۔ دہلی کب تک واپسی ہوگی۔ کوئی غزل۔ کوئی نظم۔ کوئی قطعہ یا رباعی! پرچم کی پالیسی کی آئندہ سختی کے ساتھ نگرانی کی جائے گی

سیماب

-۱۴۴-

کراچی۔ یکم ستمبر ۴۹ء

محبی سلام شوق۔ کارڈ ملا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ

---

[1] ضیا بسلسلہ ملازمت تین ماہ کے لئے کانپور رہے یہ وہ زمانہ ہے جب ساحر ہوشیارپوری اور نریش کمار شاد مرحوم کانپور سے ماہنامہ چندن نکالتے تھے۔

"پرچم" آپ کو برابر بھیجا جا رہا ہے۔ ڈاک کا انتظام نہ یہاں صحیح نہ وہاں کیا کیا جائے۔ بہرحال رسالہ بھیجنے میں مزید احتیاط سے کام لیا جائے گا۔

والدہ صاحبہ کی ناسازئ طبیعت کا حال سن کر تکلیف ہوئی۔ خدا انہیں آپ کے سر پر تا دیر سلامت رکھے۔ اب کیا حال ہے۔ ان کی خیریت سے اطلاع دیجیے اُدھر میری طبیعت کسی قدر خراب ہو گئی تھی۔ اب بفضلہ اچھا ہوں۔ امید کہ آپ بھی مع الخیر ہوں گے۔

دعاگو سیماب

-۱۴۵-

کراچی۔ ۳ر ستمبر ۱۹۵۴ء

محبی ضیا صاحب میں ایک خیریت طلب خط آپ کو لکھ ہی چکا تھا کہ کل آپ کا کارڈ پہنچا اور یہ افسوسناک اطلاع پا کر کہ آپ کی والدہ ماجدہ انتقال فرما گئیں بے حد صدمہ ہوا۔ خدا اُن پر رحمت کرے، اور آپ کو صبر دے۔

ضیا صاحب، یہ دنیا کا ازلی اور ابدی دستور ہے۔ کسی کے ماں باپ ہمیشہ زندہ نہیں رہتے۔ ماں باپ بھی انسان ہوتے ہیں اور انسان بالآخر فانی ہے ماں، بہرحال دنیا میں ایک بہترین نعمت ہے لیکن وہ ہمیشہ چھین لی جاتی ہے اور چھنتی رہی ہے۔ صبر کیجیے۔ اُن کا آپ کے ساتھ اتنا ہی تھا۔ کیا والد صاحب دہلی میں موجود تھے؟ آپ کے برادرانِ ناشِ موجود الّقام کو بھی آپ سے دلی ہمدردی ہے۔

شریکِ درد۔ سیماب

-۱۴۶-

کراچی ۲۶ر اکتوبر ۱۹۵۴ء

محبی کارڈ پہنچا۔ اب میں بفضلہ اچھا ہوں۔ مرض بتدریج زائل ہو رہا ہے۔ مگر ہنوز دماغی کام نہیں کر سکتا۔ اس لئے نظم کی ترسیل سے

معذور رہوں ۔

"دیوانے پن" صحیح ہے ۔ محلِ استعمال املا میں تبدیلی پیدا کر دیتا ہے ۔ مرحومہ ماں کی یاد رفتہ رفتہ جائے گی ۔ " تعلقات کا رونا ہے یاد کی فریاد "

دعا گو ۔ سیماب

-۱۴۷-

کراچی - ۱۴ ، فروری ۵۳ء

محبی ۔ کارڈ پہنچا ۔ میں ممنون ہوں کہ آپ کبھی کبھی پرسشِ حال کر لیتے ہیں ۔ جشنِ جمہوریت میں شریک ہونے کے لئے ہندوستان سے دعوت نامہ آیا تھا اور میں نے منظوری بھی دے دی تھی ۔ خیال تھا کہ اس حیلے سے آپ سے اور دوسرے احباب سے ملاقات ہو جائے گی ۔ آگرہ جا کر بچوں سے بھی مل آؤں گا ۔ مگر پھر ساحر[1] صاحب کا کوئی خط نہیں ملا ۔

سالنامہ پرچم ابھی شائع نہیں ہوا ہے شائع ہونے کے بعد ایک جلد آپ کو ضرور بھیج دی جائے گی ۔ انشاء اللہ تعالیٰ ۔

دعا گو ۔ سیماب

[1] ساحر ہوشیارپوری تلمیذ علامہ جوش ملسیانی

فروری ۱۹۴۹ء میں ماہنامہ الوارث بمبئی نے ایک ضخیم سیماب نمبر نکالا تھا۔ اُس میں علامہ سیماب کے کچھ خطوط جو انہوں نے ضیا فتح آبادی اور راز چاندپوری مرحوم کو لکھے تھے، شائع کئے گئے تھے۔ ضیا کے نام خطوط تو اس مجموعے میں شریک ہیں۔ راز چاندپوری نے علامہ کی خطوط نویسی سے متعلق چند پتے کی باتیں کہی تھیں۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے مضمون کا اقتباس یہاں نقل کر دیا جائے اس سے علامہ کے خطوط کو سمجھنے میں کافی مدد ملے گی۔

جگدیش بھٹناگر حیات

ادبیات عالم میں مشاہیر شعراء و ادبا کے مکاتیب بھی خاص اہمیت رکھتے ہیں فارسی اور انگریزی میں انشاء و مکاتیب کے بکثرت مجموعے موجود ہیں۔ ہماری اُردو بھی ان جواہر پاروں سے خالی نہیں اس میں اولیت کا سہرا شاید عود ہندی اور اُردوئے معلّٰی کے سر ہے۔ سرسید، مولانا شبلی، مفتی امیر مینائی، مرزا داغ دہلوی ڈاکٹر اقبال وغیرہ کے مکاتیب شائع ہو چکے ہیں

مکاتیب اور خصوصاً وہ مکاتیب جو شائع کرنے کی غرض سے نہیں لکھے جاتے۔ بڑے کار آمد ہوتے ہیں۔ اُن سے کاتب اور مکتوب الیہ کے تعلقات ہی ظاہر نہیں ہوتے۔ بلکہ اُن کے افکار و جذبات، عادات و اخلاق، سیرت و کردار کا عکس بھی ان آئینوں میں دیکھا جاسکتا ہے اور خاص طور پر کاتب کے سوانح حیات مرتب کرنے میں بھی ان سے مدد مل سکتی ہے۔ . . . . .

. . . .

مولانا سیماب کو فطرت نے ایک ہمہ دان و ہمہ گیر طبیعت عطا فرمائی ہے جس طرح انہوں نے میدانِ نظم میں اپنی جولانیٔ طبع کے جوہر دکھائے ہیں۔ اسی طرح نثر میں بھی تاریخی، اخلاقی، ادبی کتابیں تالیف و تصنیف کی ہیں اُن کی زبان، طرزِ بیان پر تبصرہ کرنا موضوع گفتگو سے خارج ہے مکاتیب میں جو اندازِ تحریر ہوتا ہے۔ وہ موضوع سخن اور افکار و جذبات کے مطابق مختلف اوقات میں مختلف ہوتا ہے۔ خوشی کے موقع پر خوش ہوتا اور غم کے موقع پر اظہار افسوس و تلقین صبر و شکر مقتضائے فطرتِ انسانی ہے۔ . . . .

راز

علامہ سیماب اکبرآبادیؒ

۱۸۸۲ء تا ۱۹۵۱ء

نام و تخلص : عاشق حسین صدیقی سیماب ولد مولانا محمد حسین

تعلیم : گورنمنٹ کالج اجمیر۔ ایف اے تک

ملازمت و مشغلہ: ریلوے ۱۹۲۲ء تک، اصلاح تالیف و تصنیف

تلمذ : جہاں استاد مرزا داغ دہلوی ۱۸۹۸ء میں

اہم تصانیف: نظم: نیستاں ۱۹۲۵ء، کارِ امروز ۱۹۳۴ء، کلیم عجم ۱۹۳۶ء
سازو آہنگ ۱۹۴۱ء، عالم آشوب ۱۹۴۴ء، سدرۃ المنتہیٰ ۱۹۴۶ء
شعر انقلاب ۱۹۴۷ء، لوحِ محفوظ ۱۹۷۸ء

نثر: رازِ عروض، دستور الاصلاح

معروف تلامذہ: رازؔ چاندپوری، ساغرؔ نظامی، منظرؔ صدیقی، اعجازؔ صدیقی، الطافؔ مشہدی
ضیاؔ فتح آبادی، نازشؔ پرتاب گڈھی، آلمؔ مظفر نگری، نثارؔ اٹاوی
شفاؔ گوالیاری، طرفہ قریشی، رونقؔ دکنی، مفتوںؔ کوٹوی، سراج الدین ظفرؔ
مخمورؔ جالندھری، علیم اخترؔ، خموشؔ سرحدی، آبدؔ سرہندی وغیرہ

سیماب پر ریسرچ: ڈاکٹر زرینہ ثانی، ناگپور۔ "سیماب کی نظمیہ شاعری" (مطبوعہ)
ڈاکٹر افتخار احمد فخر، جلگاؤں۔ "سیماب اور دبستان سیماب"

بزمِ سیماب دہلی

جے ۵/۲۱ راجوری گارڈن نئی دہلی، ۱۱۰۰۲۷

قائم شدہ ۱۹۶۹ء

سرپرست

۱۔ جناب ساغر نظامی
۲۔ جناب مالک رام

صدر

ضیا فتح آبادی

نائب صدر

اندر سروپ دت نادان

آنریری سکریٹری

رادھا کرشن سہگل

مجلس عاملہ

۱۔ اوم پرکاش بجاج
۲۔ جگدیش بھٹناگر حیات
۳۔ پریم دت چاند
۴۔ جگدیش مہتہ درد
۵۔ شاد کمالوی
۶۔ کنول انبالوی
۷۔ جرج چنیوٹی